نمبر ۱۱ | ۲۳- ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۴- مارچ سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

## کلمات طیبات

### حضرۃ اقدس امام آخر الزمان سلمہ الرحمن

گذشتہ اشاعت سے آگے

ہریک کام کے لیے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اُس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اسکا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے اور بامراد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں ابتلا کے طور پر اور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا کہ وہ آدھے دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھے دن اپنا کام کیا کریں۔ لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو نجات دلانے کی کوشش کی تو پھر شریر کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا اور انھیں حکم ملا کہ آدھے دن تمام اینٹیں پاتھا کرو اور آدھے دن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور انھوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بگڑ کر ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ موسیٰ! خدا تمکو وہ دُکھ دے جو ہمکو ملا ہے اور بھی انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بد دعائیں دیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے انکو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ توریت میں یہ سارا قصہ لکھا ہے کہ جوں جوں موسیٰ علیہ السلام انھیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی افروختہ ہوتے تھے آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی اور مصر والوں کے کپڑے اور برتن وغیرہ جو لیے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے جب حضرۃ موسیٰ قوم کو لیکر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر انکا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعون کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اُس وقت وہ چلائے اور کہا

اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ۔

اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوۃ کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے اُنھیں یہی جواب دیا

کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَہْدِیْنِ۔

ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لیے قبریں نہ تھیں۔ اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالے قادر مقتدر خدا ہے دریائے نیل میں سے انھیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہو گئے۔ مگر فرعونیوں کا لشکر غرق ہو گیا سید احمد خاں صاحب اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ یہ جوار بھاٹا تھا مگر ہم کہتے ہیں کچھ ہو اسمیں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت پر اللہ تعالے نے اُن کے لیے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی متقی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر ضیق سے اُسے نجات اور راہ ملتی ہے یجعل لہ مخرجا۔

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اسکے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِر یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لیے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گداز ہوتی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں

انسان کی قدر و منزلت و عظمت و اقتدار نکل
جاوے تب تک حقیقی رب اور اُسکی ربوبیت
کا ٹھیک نہیں اُٹھاتا۔ بعض لوگوں نے
جھوٹ ہی کو اپنا رب بنا یا ہوا ہوتا ہے
وہ جانتے ہیں کہ ہمارا جھوٹ کے بدوں گذارہ
ہی مشکل ہے۔ بعض چوری و رہزنی اور
فریب دہی ہی کو اپنا رب بنا ہوئے ہیں انکا
اعتقاد ہے کہ اس راہ کے سوا اُنکے واسطے
کوئی رزق کا راہ ہی نہیں۔ سو ان کے ارباب
وہ چیزیں ہیں۔ دیکھو ایک چور جس کے
پاس سارے نقب زنی کے ہتھیار موجود ہیں
اور رات کا موقعہ بھی اُس کے مفید مطلب ہو
اور کوئی چوکیدار وغیرہ بھی نہیں جاگتا ہے
تو ایسی حالت میں وہ چوری کے سوا کسی
اور راہ کو بھی جانتا ہے جس سے اُس کا
رزق آسکتا ہے۔ وہ اپنے ہتھیاروں کو ہی
اپنا معبود جانتا ہے۔ غرض ایسے لوگ
جنکو اپنی ہی حیلہ بازیوں پر اعتماد اور
بھروسہ ہوتا ہے ان کو خدا سے استعانت
اور دعا کرنے کی کیا حاجت۔ دعا کی حاجت
تو اُسی کو ہوتی ہے جس کے سارے راہ
بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اس در کے
نہ ہو اُسی کے دل سے دعا نکلتی ہے۔ غرض ربنا
آتنا فی الدنیا۔ الخ۔ ایسی دعا کرنا صرف
اُنھیں لوگوں کا کام ہے جو خدا ہی کو اپنا
رب جان چکے ہیں۔ اور ان کو یقین ہے
کہ انکے رب کے سامنے اور سارے ارباب باطلہ
ہیچ ہیں +

آگ سے مراد صرف وہی آگ نہیں جو
قیامت کو ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی جو شخص
ایک لمبی عمر پاتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ دنیا
میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہیں۔ تجربہ کار
جانتے ہیں کہ قسم قسم کی آگ دنیا میں موجود
ہے۔ طرح طرح کے عذاب۔ خوف۔ خون۔
فقر و فاقے۔ امراض۔ ناکامیاں۔ ذلت
و ادبار کے اندیشے ہزاروں قسم کے دکھ۔
اولاد۔ بیوی وغیرہ کے متعلق تکالیف
رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں الجھن۔
غرض یہ سب آگ ہیں۔ تو مومن دعا کرتا ہے
کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔ جب
ہم نے تیرا دامن پکڑا ہے تو ان سب عوارض
سے جو انسانی زندگی کو تلخ کرنیوالے ہیں
اور انسان کے لیے بمنزلہ آگ ہیں بچائے
رکھ +

یعنی توبہ ایک مشکل امر ہے۔ بجز خدا کی توفیق
اور مدد کے توبہ کرنا اور اُسپر قائم ہو جانا محال
ہے۔ توبہ صرف لفظوں اور باتوں کا نام
نہیں۔ دیکھو خدا قلیل سی چیز سے خوش
نہیں ہو جاتا کوئی ذرا سا کام کر کے خیال
کر لینا کہ بس اب ہم نے جو کرنا تھا کر لیا اور
رضا کے مقام تک پہونچ گئے یہ صرف
ایک خیال اور وہم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں
کہ جب ایک بادشاہ کو ایک دانہ دیکر یا کوئی
کی مٹھی دیکر خوش نہیں کر سکتے بلکہ اُسکے
غضب کے مورد بنتے ہیں تو کیا وہ احکم
الحاکمین اور بادشاہوں کا بادشاہ ہماری
ذرا سی ناکارہ حرکت سے یا دو لفظوں
سے خوش ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ پوست
کو پسند نہیں کرتا وہ مغز چاہتا ہے۔

دیکھو خدا یہ بھی نہیں چاہتا کہ اُسکے
ساتھ کسی کو شریک کیا جاوے بعض لوگ
اپنے شرکا نفسانی کے واسطے بہت سا
حصہ رکھ لیتے ہیں اور پھر خدا کا بھی حصہ
مقرر کرتے ہیں سو ایسے حصہ کو خدا قبول
نہیں کرتا۔ وہ خالص حصہ چاہتا ہے۔
اُسکی ذات کے ساتھ کسی کو شریک بنانے
سے زیادہ اُسکو غضبناک کرنے کا اور کوئی
امر نہیں ہے ایسا نہ کرو کہ کچھ تو تم میں تمہارے
نفسانی شرکا کا حصہ ہو اور کچھ خدا کے
واسطے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں سب
گناہ معاف کروں گا مگر شرک نہیں معاف
کیا جاوے گا۔

یاد رکھو شرک یہی نہیں کہ بتوں اور پتھروں
کی تراشی ہوئی مورتوں کی پوجا کی جاوے
یہ تو ایک موٹی بات ہے یہ بڑے بیوقوفوں
کا کام ہے دانا آدمی کو تو اس سے شرم آتی
ہے۔ شرک بڑا باریک ہے وہ شرک جو
اکثر ہلاک کرتا ہے وہ شرک فی الاسباب
ہے۔ یعنی اسباب پر اتنا بھروسہ کرنا کہ گویا وہی
اُس کے مطلوب و مقصود ہیں۔ جو شخص دنیا
کو دین پر مقدم رکھتا ہے اُسکی بھی یہی وجہ
ہے کہ اُسکو دنیا کی چیزوں پر بھروسہ ہوتا
ہے اور وہ اُمید ہوتی ہے جو دین و ایمان
سے نہیں۔ نقد فائدہ کو پسند کرتے ہیں۔
اور آخرت سے محروم۔ جب وہ اسباب پر ہی
اپنی ساری کامیابیوں کا مدار خیال کرتا ہے
تو خدا تعالیٰ کے وجود کو تو اُس وقت وہ لغو
محض اور بیفائدہ جانتا ہے۔ اور تم ایسا
نہ کرو۔ تم توکل اختیار کرو۔ توکل یہی ہے
کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل
کرنے کے واسطے مقرر کیے ہوئے ہیں انکو
حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں
لگ جاؤ کہ خدا تو ہی اسکا انجام بخیر کر۔ صدہا
آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو
ان اسباب کو بھی برباد و تہ و بالا کر سکتے ہیں
اُنکے دستبرد سے بچاکر ہمیں ہی کامیابی
اور منزل مقصود پر پہونچا۔

توبہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ گناہ کو ترک کرنا
اور خدا کی طرف رجوع کرنا۔ بدی چھوڑ کر نیکی
کی طرف آگے قدم بڑھانا۔ توبہ ایک موت
کو چاہتی ہے جس کے بعد انسان زندہ کیا
جاتا ہے اور پھر نہیں مرتا۔ توبہ کے بعد
انسان ایسا بنجاوے کہ گویا نئی زندگی پاکر
دنیا میں آیا ہے نہ اسکی وہ چال ہو نہ اسکی
وہ زبان نہ ہاتھ نہ پاؤں سارے کا سارا
نیا وجود ہو جو کسی دوسرے کے ماتحت
کام کرتا ہوا نظر آجاوے۔ دیکھنے والے
جان لیں کہ یہ وہ نہیں یہ تو کوئی اور ہے۔
خلاصہ کلام یہ کہ یقین جانو کہ توبہ میں
بڑے بڑے ثمرات ہیں۔ یہ برکات کا سرچشمہ
ہے۔ درحقیقت اولیاء اور صلحاء یہی
لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے اور پھر
اُسپر مضبوط ہو جاتے ہیں وہ گناہ سے
دور اور خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں
کامل توبہ کرنے والا شخص ہی ولی قطب اور
غوث کہلا سکتا ہے۔ اسی حالت سے وہ
خدا کا محبوب بنتا ہے۔ اس کے بعد بلائیں
اور مصائب جو انسان کے واسطے مقدر
ہوتی ہیں ٹل جاتی ہیں۔ اس سے یہ خیال نہ
آوے کہ پھر انبیاء اور نیک مومنوں کو کیوں
تکلیفیں آتی ہیں۔ ان لوگوں پر بھی بلائیں
آتی ہیں اور ان کے واسطے آثار رحمت ہوتا ہے
دیکھو ہمارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر کیسی کیسی مصائب آئی تھیں۔ ان کا
گنتا ہی کسی بڑے زبردست دل کا کام ہے
اُن کے نام سے ہی انسان کے بدن پر لرزہ
آتا ہے۔ پھر جو کچھ سلوک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمراہیوں سے ہوئے اُنکی بھی
تاریخ گواہ ہے۔ کیا کوئی ایسی بھی تکلیف
تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
صحابہ کو پہونچائی نہ گئی ہو جسطرح اُنکی ایذا
دہی میں کفار نے کوئی دقیقہ باقی اُٹھا نہ
رکھا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی انکے کمالات
میں کوئی کمی باقی نہ رکھی۔ اصل میں ان لوگوں
کے واسطے یہ مصائب اور سختیاں تریاق
ہو جایا کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے دلوں خدا کی
رحمت کے خزانے انہیں سختیوں ہی کی وجہ
سے کھولے جاتے ہیں۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

مگر ایسے وقت میں انسان کو چاہیے کہ صبر جمیل کرے اور خدا سے بدظن نہ ہو۔ وہ لوگ تو خدا کے اسلام کو انعام کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور ابتلا میں لذت پاتے ہیں۔ قرب کے مراتب جس طرح جلد ابتلا کے وقت میں طے ہوتے ہیں وہ یوں زہد و تعبد یا ریاضت سے تو سالہا سال میں بھی تمام نہیں کیے جاتے۔ ان لوگوں میں سے جو خدا کے قرب کا نمونہ بنے اور خلق کی ہدایت کا تحفہ ان کو دیا گیا یا وہ خدا کے محبوب ہوئے ایک بھی نہیں جس پر کبھی نہ کبھی مصائب اور شدائد کے پہاڑ نہ گرے ہوں۔ ان لوگوں کی مثال مشک کے نافہ کی سی ہوتی ہے وہ جب تک بند ہے تب تک اس میں اور ایک پتھر یا مٹی کے ڈھیلے میں کچھ تفاوت نہیں پایا جاتا۔ مگر جب اس پر سختی سے جراحی کا عمل کیا جاوے اور اسکو چیرا جاوے یا چاقو سے چیرا جاوے تو معا اس میں سے ایک خوش کن خوشبو نکلتی ہے جس سے مکان کا مکان معطر ہو جاتا ہے اور قریب آنے والا بھی معطر کیا جاتا ہے سو یہی حال ہے انبیا اور صادق مومنوں کا کہ جب تک ان کو مصائب نہ پہونچیں تب تک انکے اندرونی قوی چھپے رہتے ہیں اور ان کی ترقیات کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے قوی دو قسم کے موقعوں پر اظہار پذیر ہوتے ہیں۔ بعض تو مصائب شدائد اور دکھوں کے زمانہ میں۔ اور بعض انکی کامیابی کے زمانہ میں کیونکہ یکطرفہ کارروائی قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ ایک شخص جس نے بچپن سے خوشحالی آمد آرام اور آسایش کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں اسکے قوی کا پورا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے اور دوسرا جو بچپن سے عزبت کی مار بدحالی میں مبتلا رہتا ہے اسکے قوی کا بھی پورا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کسی شخص کے اخلاق فاضلہ اور اسکے خلق کے متعلق اس کے حالات کا اندازہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اس پر انعام و ابتلا ہر دو طرح کے زمانے آچکے ہوں۔ سو اس امر کے دیکھنے کے لیے ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سی اور کوئی مثال نہیں کیونکہ باقی انبیا میں سے اکثر ایسے تھے کہ انہوں نے ہزیمت کا ایک زمانہ دیکھا دوسرے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مثلاً حضرت عیسیٰ ہیں

ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے برگزیدہ اور پاک نبی تھے۔ خدا کے نزدیک ان کے بڑے مدارج ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں رکھکر اگر انکو اسی کسوٹی پر پرکھا جاوے تو ان کے اخلاق بہت گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے اقتدار اور قدرت کا زمانہ نہ پایا اور نہ اس کے متعلق ان کے اخلاق کا اظہار ہوا۔ ہمیں تو قرآن شریف مجبور کرتا ہے ورنہ ہم اگر ان کے حالات کے لحاظ سے اور انکی عام سوانح کی وجہ سے دیکھیں تو وہ تو ایک کامل انسان کے مرتبہ سے بھی گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کجا یہ کہ عیسائی انکو خدائے قدوس کا مرتبہ دے کر بیٹھے ہیں۔ بھلا ان کا صبر انکی داد و دہش ان کی جود و سخا کا کونسا نمونہ دنیا میں باقی رہا ہے۔ ان کی شجاعت کے اظہار کا کونسا موقعہ تھا۔ کس جنگ میں انہوں نے اس امر کا ثبوت دیا۔

انکی بعثت کا زمانہ صرف تین سال تھا اور وہ بھی مصائب کا زمانہ۔ مقابلہ پر صرف ایک اپنی ہی قوم تھی جو معدودے چند سے زیادہ ہرگز نہ تھی ان کا پیش کردہ امر بھی ان کیلیے کوئی نرالا نہ تھا جس کی مثال پہلے نہ پائی جاتی ہو۔ قوم پہلے ہی توحید پسند تھی ان کے اخلاق اور ان کے عقائد کا بہت سا حصہ بہت اچھا تھا۔ ان میں خدا ترس گوشہ نشین وغیرہ بھی تھے۔ غرض ان کا کام نہایت سہل اور آسان تھا۔ ادھر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف دیکھو کہ آپکی نبوت کے زمانہ میں سے ۱۳ سال مصائب اور شدائد کے تھے۔ اور دس سال قوت و شوکت اور حکومت کے۔ مقابل میں کئی قومیں۔ اول تو اپنی ہی قوم تھی۔ یہودی تھے۔ عیسائی تھے۔ بت پرست قوموں کا گروہ تھا۔ مجوس تھے وغیرہ جنکا کام کیا تھا بت پرستی جو ان کا حقیقی خدا کے اعتقاد سے پختہ اعتقاد اور مسلک تھا وہ کوئی کام کرتے ہی نہ تھے جو ان بتوں کی عظمت کے خلاف ہو شراب خوری کی یہ نوبت کہ دن میں پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ شراب بلکہ پانی کے بجائے شراب ہی سے کام لیا جاتا تھا۔ حرام کو تو شیر مادر جانتے تھے۔ اور قتل وغیرہ تو انکے نزدیک ایک گاجر مولی کی طرح تھا۔ غرض کل دنیا کی اقوام کا پھوڑ اور گندے عقائد کا عطر ان کے حصہ میں آیا ہوا تھا۔ اس قوم کی اصلاح کرنی اور پھر ان کو درست کرنا اور پھر اس پر زمانہ وہ کہ یکہ و تنہا بے یار پھرتے ہیں۔ کبھی کھانے کو ملا اور کبھی بھوکے ہی سو رہے۔ جو چند ایک ہمراہی ہیں انکی بھی ہر روز بری گت بنتی ہے۔ بے کس اور بے بس ادھر کے ادھر اور ادھر کے ادھر مارے مارے پھرتے ہیں وطن سے بے وطن کر دیے گئے ہیں۔ پھر دوسرا زمانہ تھا کہ تمام جزیرہ عرب ایک سرے سے دوسرے سرے تک غلام بنا ہوا ہے۔ کوئی مخالفت کے رنگ میں چوں بھی نہیں کر سکتا۔ اور ایسا اقتدار اور رعب خدا نے دیا ہوا ہے کہ اگر چاہتے تو کل عرب کو قتل کر ڈالتے اگر ایک نفسانی انسان ہوتے تو ان سے ان کی کرتوتوں کا بدلا لینے کا عمدہ موقعہ تھا جب اُلٹ کر مکہ فتح کیا ۔۔۔۔۔ لا تثریب علیکم الیوم فرمایا۔

غرض ہر طرح سے جو دونوں زمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آئے اور دونوں کے واسطے ایک کافی موقعہ تھا کہ اچھی طرح سے جانچے پرکھے جاتے۔ اور ایک جوش یا فوری دلولہ کی حالت نہ تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر طرح کے اخلاق فاضلہ کا پورا پورا امتحان ہو چکا تھا اور آپ کے صبر استقلال۔ عفت۔ حلم۔ بردباری۔ شجاعت۔ سخاوت۔ جود۔ وغیرہ وغیرہ غرض کل اخلاق کا اظہار ہو چکا تھا۔ اور کوئی ایسا حصہ باقی نہ تھا کہ باقی رہ گیا ہو۔

غرض ایسے ایسے مصائب ہیں جو انکے لیے رحمت ہے اور ان سے ان لوگوں کے اندرونی گن ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہمیشہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی۔ اور سید سید کرکے پکارے جاتے تھے انہوں نے بھی تو سختی کا زمانہ نہ دیکھا تھا انکو ایسے دن دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا تھا کہ وہ ان صحابہ کے مراتب کو پہونچ سکتے۔ ان کی ساری زندگی ناز و نعمت میں گذری تھی۔ نہ انھوں نے کسی جہاد میں حصہ لیا تھا نہ کسی کفر ہی کو توڑا تھا تو خدا نے جو ان کو شہید کیا کیا انپر ظلم کیا ہرگز نہیں۔ انھوں نے بچپن سے پچپن برس کی عمر تک وہ زمانہ نہ دیکھا تھا کہ شدائد کیا ہوا کرتے ہیں اور انھوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ جب صحابہ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے تھے

تو پھر اُن کا کیا حق تھا کہ وہ شہدا میں درجہ پاتے یا کسی طرح کے آخرت میں خدا کے قرب میں عزت پاتے۔ کیا اُن کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا کہلانے کا فخر بس تھا اور اُن کے واسطے یہی کافی تھا۔ نہیں اس سے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا تھا اس سے کوئی حق قرب الٰہی نہیں ہو سکتا تھا۔ غرض اُن کی اپنی تو ایسی بظاہر کوئی کارنمائی نہ تھی جس سے وہ ان درجات اعلیٰ کے وارث یا حقدار ہوتے مگر چونکہ اُن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کا تعلق تھا اللہ تعالے نے نہ چاہا کہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے سو انکے واسطے ایسے ایسے سامان میسر کر دیے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور اس طرح وہ سابقین کے ساتھ مل گئے جن کے حالات سے وہ محض ناواقف تھے ایک ذرہ سی تکلیف اور اجر عظیم پا گیا۔ شیعہ کیا بیوقوف ہیں اس حکمت الٰہی کی طرف تو غور نہیں کرتے اور اُلٹا روتے ہیں کہ اُن کو شہید کر دیا۔

پس تم مومن ہونگی حالت میں ابتلا کو برا نہ جانو اور برا وہی جانے گا جو مومن کامل نہیں ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ و لنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالے فرماتا ہے کہ ہم کبھی تمکو مال سے یا جان سے یا اولاد یا کھیتیوں وغیرہ کے نقصان سے آزمایا کرینگے مگر جو ایسے وقتوں میں صبر کرتے اور شاکر رہتے ہیں تو اُن لوگوں کو بشارت دو کہ اُن کے واسطے اللہ تعالی کی رحمت کے دروازے کشادہ اور اُن پر خدا کی برکتیں ہونگی جو ایسے وقتوں میں کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم اور ہمارے متعلق کل اشیا یہ سب خدا ہی کی طرف سے ہیں اور پھر آخر کار ان کا لوٹنا خدا ہی کی طرف ہے کسی قسم کے نقصان کا غم اُن کے دل کو نہیں کھاتا اور وہ لوگ مقام رضا میں بود و باش رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ صابر ہوتے ہیں اور صابروں کے واسطے خدا نے بے حساب اجر رکھے ہوئے ہیں۔ مهتدون سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے منشا کو پا لیا اور اس کے مطابق عملدرآمد کرنے لگ گئے ایسے ہی لوگ رسول ہوتے ہیں۔ انہیں کو تو لوگ قطب کہتے ہیں۔ یہی تو غوث کہلاتے ہیں۔ پس کوشش کرو کہ تم بھی ان مدارج عالیہ کو حاصل کرنے کے قابل ہو سکو خدا تعالے تو انسان سے نہایت تنزل کے رنگ میں دوستانہ برتاؤ کیا ہے۔ دوستانہ تعلق کیا ہوتا ہے یہی کہ کبھی ایک دوست دوسرے دوست کی بات کو مان لیتا ہے اور کبھی دوسرے سے اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالے بھی ایسا ہی کرتا ہے چنانچہ ادعونی استجب لکم۔ اور اذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان کی بات کو مان لیتا ہے اور اسکی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اور دوسری جگہ فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی الآیہ ہے اور ولنبلونکم آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے بعض لوگ اللہ تعالے پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ ہماری دعا کو قبول نہیں کرتا۔ یا اولیا لوگوں پر طعن کرتے ہیں کہ انکی فلاں دعا قبول نہیں ہوئی۔ اصل میں وہ نادان اس قانون الٰہی سے ناآشنا محض ہوتے ہیں۔ جس انسان کو خدا سے ایسا معاملہ پڑا ہو گا وہ خوب اس قاعدہ سے آگاہ ہو گا اللہ تعالے نے مان لینے کے اور منوانے کے دو نمونے پیش کیے ہیں انہی کو مان لینا ایمان ہے۔ تم ایسے مت بنو کہ ایک ہی پہلو پر زور دو ایسا نہ ہو کہ تم خدا کی لعنت کے نیچے آ کر اس کے مقررہ قانون کو توڑنے کی کوشش کرنے والے بنو۔ مومن کے لیے مصائب ہمیشہ نہیں رہتے اور نہ لمبے ہوتے ہیں۔ بلکہ اُس کے واسطے رحمت محبت اور لذت کا چشمہ جاری کیا جاتا ہے عاشق لوگ عشق کے غلبہ کے وقتوں اور اس کے دردوں میں ہی لذت پاتے ہیں۔ یہ باتیں گو ایک خشک محض انسان کے لیے سمجھانا مشکل ہیں مگر جنھوں نے اس راہ میں قدم مارا ہے وہ انکو خوب جانتے ہیں۔ بلکہ اُن کو تو معمولی آرام اور آسائش میں وہ چین اور لذت نہیں ہوتی جو دکھ کے اوقات میں ہوتی ہے۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت ہے کہ ایک مرض ایسا ہے کہ انہیں جبتک انکو مارتے لوٹتے اور لتاڑے رہتے ہیں تب تک وہ آرام میں رہتا ہے ورنہ تکلیف میں رہتا ہے سو یہی حال اہل اللہ کا ہے۔ کہ جبتک انکو مصائب و شدائد کے مشکلات آتے رہیں اور انکو مار پڑتی رہے تب تک وہ خوش ہوتے اور لذت اٹھاتے ہیں۔ ورنہ بے چین اور بے آرام رہتے ہیں۔

اللہ تعالے قادر تھا کہ اپنے بندوں کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچنے دیتا اور ہر طرح سے عیش و آرام میں انکی زندگی بسر کرواتا۔ انکی زندگی شاہانہ زندگی ہوتی۔ ہر وقت ان کے لیے عیش وطرب کے سامان مہیا کیے جاتے۔ مگر اُس نے ایسا نہیں کیا اس میں بڑے اسرار اور رموز نہانی ہوتے ہیں دیکھو ایک والدین کو اپنی لڑکی کیسی پیاری ہوتی ہے بلکہ اکثر لڑکوں کی نسبت زیادہ پیاری ہوتی ہے مگر ایک وقت آتا ہے کہ والدین اس کو اپنے سے الگ کر دیتے ہیں وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت کو دیکھنا بڑے جگر والوں کا کام ہوتا ہے دونوں طرف کی حالت ہی بڑی قابل رحم ہوتی ہے۔ قریباً چودہ پندرہ سال ایک جگہ رہے ہوئے ہوتے ہیں آخر ان کی جدائی کا وقت نہایت ہی رقت کا وقت ہوتا ہے اُس جدائی کو بھی کوئی نادان بیرحمی کہدے تو بجا ہے مگر اُس لڑکی میں بعض ایسے قوٰی ہوتے ہیں جن کا اظہار اس علیحدگی اور سسرال میں جا کر شوہر سے معاشرت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے جو طرفین کے لیے موجب برکت اور رحمت ہوتا ہے یہی حال اہل اللہ کا ہے۔ ان لوگوں میں بعض خلق ایسے پوشیدہ ہوتے ہیں کہ جب تک اُن پر تکالیف اور شدائد نہ آویں اُن کا اظہار نا ممکن ہوتا ہے۔

دیکھو اب ہم لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بیان کرنے میں بڑے فخر اور جرات سے کام لیتے ہیں یہ بھی تو صرف اسی وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دونوں زمانے آ چکے ہوئے ہیں۔ ورنہ ہم یہ فضیلت کس طرح بیان کرتے۔ دکھ کے زمانہ کو بری نظر سے نہ دیکھو یہ خدا سے لذت دلانے اور اسکو قرب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

اسی لذت کے حاصل کرنے کے واسطے جو خدا کے مقبولوں کو ملا کرتی ہے دنیوی اور سفلی کل لذات کو طلاق دینی پڑا کرتی ہے

Imp.

Imp.

خدا کا مقرب بننے کے واسطے ضروری ہے کہ دُکھ سہتے جاویں۔ اور شکر کیا جاوے اور نئے دن ایک نئی موت اپنے اوپر لینی پڑتی ہے جب انسان دنیوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے ایک موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اُسے وہ حیات ملتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ پھر اُسکے بعد مرنا بھی نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے تم بھی اسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت بڑا حصہ غم و الم میں گذرا ہے۔ توبہ کے درخت بو لو تا تم اس کے پھل کھاؤ۔ توبہ کا درخت بھی بالکل ایک باغ کے درخت کی مانند ہے۔ جو جو حفاظتیں اور خدمات اس باغ کے لیے جسمانی طور سے ہیں وہی اس توبہ کے درخت کے واسطے روحانی طور پر ہیں۔ پس اگر توبہ کے درخت کا پھل کھانا چاہو تو اس کے متعلق قوانین اور شرائط کو پورا کرو ورنہ بیفائدہ ہوگا +

یہ خیال نہ کرو کہ توبہ کرنا مرنا ہوتا ہے خدا قلیل شے سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ دھوکا کھاتا ہے۔ دیکھو اگر تم بھوک کو دور کرنے کے لیے ایک لقمہ کھانے کا کھاؤ یا پیاس کے دور کرنے کے لیے ایک قطرہ پانی کا پیو تو ہرگز تمھاری مقصد براری نہ ہوگی۔ ایک مرض کے رفع کرنے کے واسطے ایک طبیب جو نسخہ تجویز کرتا ہے جبتک اُسکے مطابق پورا پورا عمل نہ کیا جاوے تب تک اُسکے فائدہ کی اُمید امر موہوم ہے اور پھر طبیب پر بھی الزام غلطی اپنی ہی ہے۔ اسی طرح توبہ کے واسطے مقدار ہے اور اُسکے بھی پرہیز ہیں۔ بدپرہیز بیمار صحت یاب نہیں ہو سکتا + اب طاعون کے متعلق اللہ تعالے نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ **انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار۔**

دیکھو خدا تو سب کا ہے۔ مگر اُسکے تعلقات خاص خاص کے ساتھ خاص خاص ہیں جتنی جتنی کوئی اُس سے صلح کرتا ہے اُتنا ہی وہ اسکی حفاظت کرتا ہے۔ تم میں ہر ایک کو بھی آواز آسکتی ہے جیسے مجھے آتی اگر تم بھی تبدیلی اور اس سے صلح پیدا کرو۔ خدا بخیل نہیں۔ مگر ہاں اُسنے ایک اندازہ رکھا ہوا ہے جبتک اُس حد تک انسان نہ پہنچے تو وہ کامل نہیں ہوتا اور نہ اُس پر وہ فیض جاری کیا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شرابی کو اگر پوری مقدار شراب کی نہ ملے تو

تبتک وہ بیہوش نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب اُس انتہائی درجہ محبت تک ترقی نہ کیجاوے تب تک لا واصل ہوتا ہے۔ قانون قدرت جس طرح جسمانی چیزوں کے واسطے ہیں۔ ایسے ہی روحانی امور کے واسطے بھی ہیں۔

دیکھو ابو الحسن خرقانی۔ بایزید بسطامی یا شیخ عبد القادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ یہ سب خدا کے مقرب تھے اور انھوں نے بھی شریعت ہی کی پابندی سے یہ درجہ پایا تھا نہ کہ کوئی نئی شریعت بنا کر۔ جیسا کہ آج کل کے گدی نشین کرتے ہیں + یہی نماز تھی اور یہی روزے تھے۔ مگر انھوں نے اسکی حقیقت اور اصل غرض کو سمجھا ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ انھوں نے نیکی کی مگر سنوار کر انھوں نے اعمال کو بیگار کے طور پر پورا نہ کیا تھا بلکہ صدق اور وفا کے رنگ میں ادا کرتے تھے۔ سو خدا نے اُن کے صدق و سداد کو ضائع نہ کیا۔ خدا کسی کا احسان اپنے اوپر نہیں رکھتا۔ وہ ایک پیسے کے بدلے میں جب تک ہزار نہ دیدے تب تک نہیں چھوڑتا۔ پس جب کسی انسان میں وہ برکات اور نشانات نہیں ہیں اور وہ خدا کی محبت یا تقوے کا دعوی کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ مگر خدا پر الزام نہیں لگاتا بلکہ اپنا گند ظاہر کرتا ہے۔ خدا کی جناب میں بخل ہرگز نہیں۔ پس کوشش کرو کہ اسکی رضا کے موافق عمل درآمد کر سکو + اگر مصائب کے وقت میں تم مومن ہو اور خدا سے صلح کرنے والے اور اسکی محبت میں آگے قدم بڑھانے والے ہو تو تو وہ رحمت ہے تمہارے واسطے۔ کیونکہ خدا قادر ہے کہ آگ کو گلزار کرے۔ اور اگر تم فاسق ہو تو ڈرو کہ وہ آگ ہے جو جسم کو جلانیوالی اور قہر اور غضب ہے جو نیست و نابود کرنے والا ہے۔ فقط

---

## سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ مغربی دنیا میں۔

اللہ تعالے کے فضل و کرم سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کا دائرہ یوماً فیوماً وسیع ہو رہا ہے اور اللہ تعالے کے اس **وعدہ** کے موافق (جو اُس نے اپنے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے کیا) کہ **میں تیری تبلیغ کو** زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ دور دور جگہوں میں بشارت پہنچ رہی ہے۔ چنانچہ اس وقت آپ کی بعثت کی خبر قریباً تمام بلاد اسلامیہ اور یورپ اور امریکہ اور آسٹریلیا تک پہنچ چکی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ دن قریب ہیں کہ جب مغربی قومیں نیازمندی کے ساتھ اس امام الدین کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیں گے + ہندوستان کے باہر جو آپ کی تبلیغ ہوئی ہے انہیں سے آج ہم صرف تین واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

### اول

انگلستان کے ایک مشہور اخبار سنڈے سرکل مورخہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۰۵ء صفحہ ۲۲۰ پر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ایک چھوٹا سا نوٹ شائع کیا گیا ہے جسکو ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں سنڈے سرکل نے حضرت حجۃ اللہ کو انگلستان کی دنیا میں انٹروڈیوس کرانے کے لیے آپکی تصویر بھی شائع کر دی ہے + غالباً یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنڈے سرکل کو اس نوٹ کے لکھنے کی تحریک اس کھلی چٹھی سے ہوئی ہے جو حضرت مسیح موعود نے انگلستان اور دیار یورپ و امریکہ میں مسٹر پگٹ کے نام شائع کی ہے اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدائی کا دعوی کرنے والا مسٹر پگٹ خدا کے سچے اور برگزیدہ مسیح کی زندگی میں فوت ہو جاویگا۔ یہا عجیب اور حیرت افزا دعوے نے انگلستان اور یورپ کی دنیا کو بیدار کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی تحریک پر مندرجہ بالا اخبار یہ ریمارک کرتا ہے۔

**تازہ ترین مسیح**
**ریورنڈ۔ جے۔ ایچ۔ ایس۔ پگٹ کا ہندوستانی حریف**

لاریب کلیپٹن کے گرجہ کے پاسٹر ریورنڈ۔ جے ایچ سمتھ پگٹ کے عیسی مسیح ہونے کے عجب خیز دعاوی کا جوش ابھی تک ہمارے ناظرین کے دلوں میں تازہ ہے اسلیے وہ دلچسپی سے اس خبر کو سنیں گے کہ اقصاء مشرق میں ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں کلیپٹن کے پاسٹر کا ایک حریف کھڑا ہو گیا ہے۔ اس جدید مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے جو قادیان کا رہنیوالا ہے۔

اس مذہبی جوش رکھنے والے انسان نے یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لیے ایک کھلا خط شائع کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

"اوجھوٹے مدعی مسٹر پگٹ کو تنبیہ"

معلوم ہوتا ہے مسٹر پگٹ کے پرائیوٹ سکرٹری نے بھی مرزا غلام احمد کو وہ دونوں اعلان بھیجے ہیں جنمیں مسٹر پگٹ کے دعاوی کا تذکرہ ہے۔ ہندوستانی مسیح مسٹر پگٹ کو گستاخ۔ کفر گو متکبر۔ بے ادب اور مسرف وغیرہ کا خطاب دیتا ہے اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کی تنبیہ شروع ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا غضب جوش میں ہے اس توہین اور گستاخی کی وجہ سے جو اسکے مقدس نام اور اسکے برگزیدہ رسولوں کی اس شخص نے کی ہے جسنے نہایت شوخی سے خدا اور زمین و آسمان کے خداوند ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ایسے سیدھے پاک۔ قدوس۔ کامل اور مقتدر خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسکے اسکو تنبیہ کروں جو اس کے لیے مقدر ہے اگر وہ اپنے ان غیر متعلق دعاوی سے توبہ نہ کرے گا وہ بہت جلد میری زندگی ہی میں **ہلاک** ہو جائیگا۔ اور یہ سزا اس خدا کی طرف سے ہے جو رب **السموات والارض** ہے اسکا منشاء ایسے جھوٹے مدعی کو ہلاک کر دے گا تاکہ آئندہ کوئی ایسے جھوٹے اور گستاخ دعووں سے زمین کو ناپاک نہ کرے۔

---

اگرچہ ہندوستانی پیغمبر حقیقی مسیح ہونے کا مدعی ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ عیسیٰ مسیح کی روحانیت اور طبیعت پر آیا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اقرار کرتا ہے کہ وہ انسان ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ہزاروں آسمانی نشان اسکے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ سے زیادہ انسان میں اسکے ذریعہ سے ایک پاک تبدیلی ہو چکی ہے۔

وہ اپنے اس غیر معمولی اعلان کو یہ کہکر ختم کرتا ہے کہ مسٹر پگٹ کی موت میری زندگی میں میرا ایک اور نشان ہوگا۔ اور اگر میں مسٹر پگٹ سے پہلے مرجاؤں تو میں سچا مسیح نہیں ہوں اور نہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ لیکن اگر قادر مطلق خدا مجھے مسٹر پگٹ کی موت کا شاہد بنادے جو میری ہی دعا کا نتیجہ ہوگی پھر ساری دنیا گواہ رہے کہ میں سچا مسیح ہوں اور

**اور میں خدا کی طرف سے آیا ہوں**

ہم دونوں اس اعلیٰ طاقت کے زیر تصرف ہیں اور مقتدر خدا جو جھوٹے مسیح کو حقیقی مسیح کے سامنے ہلاک کریگا میری عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ مسٹر پگٹ مجھ سے ۱۵ سال چھوٹا ہے۔

مرزا صاحب کی پیشگوئی بالکل صاف ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسکی گذشتہ پیشگوئیاں صحیح ہیں۔ انگلستانی اور ہندوستانی مدعیوں کا مقابلہ بہرحال نہایت دلچسپی سے دیکھا جائیگا مندرجہ بالا ریمارک انگلستان کے اخبار میں شائع ہوا ہے مسٹر پگٹ کے نام جو چٹھی شائع ہوئی تھی جیسا کہ سنڈے سرکل ظاہر کرتا ہے وہ صرف یورپ اور امریکہ ہی میں شائع کی گئی تھی انہیں ممالک کے لیے تھی۔ لیکن ولایت کے اخبارات سے یہ خبر گشت کرتی ہوئی ہندوستانی اخبارات کو بھی مل گئی ہے۔ اور بڑی دلچسپی کے ساتھ انڈین پریس نے اسکو شائع کیا ہے تاہم کئی ہزار میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے مدعی کو خداتعالےٰ کے برگزیدہ مسیح موعود کا دعوت کرنا چھوٹی سی بات نہیں ہے یورپ کی دنیا اگر اس سرکلر لیٹر کو نگاہ سے دیکھے گی تو تعجب نہیں کہ وہ روحانی فائدہ اٹھا کر

---

**دوسرا واقعہ** سین فرانسسکو کے ارگونٹ نام اخبار کی یکم دسمبر ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں سے قابل تذکرہ ہے اخبار مذکور اس چٹھی پر ریمارک کرتا ہے جو امریکہ کے مفتری ڈاکٹر ڈوئی کو لکھی اس پیشگوئی کے جواب میں جو اس نے کل مسلمانوں اور مخالف طبقوں کے ہلاک ہونے کی کی تھی (جو علیحدہ بھی اردو میگزین کے ہمراہ شائع ہو چکی ہے۔

سین فرانسسکو کا مشہور اخبار ارگونٹ جو کم و بیش اکتالیس سال سے جاری ہے اس چٹھی پر ریمارک کرتا ہوا اسکی انگریزی زبان کی تعریف کرتا ہے جسمیں وہ شائع ہوئی ہے + امریکہ کے ایک مشہور اخبار کا میگزین کی تعریف کرنا چھوٹی سی بات نہیں اگرچہ ہمارے معزز ہمعصر ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر اس خیال سے کہ یہ امر خودستائی ہوگا ان خطوط اور ریمارکس کو میگزین میں جگہ نہ دیں جو میگزین کی اعلیٰ زباندانی کے متعلق انہیں پہونچے یا اخبارات میں شائع ہوئے ہیں مگر ہم ضرور اسکا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں خصوصاً اسوجہ سے کہ ہمارے لاہور ہمعصر پیسہ اخبار نے میگزین کو پہلے پرچہ ہی کو دیکھکر (باوجودیکہ آپ ٹرل سے آگے نہیں پڑھے) اسکی انگلش کی حقارت کی تھی + اسوقت ہم نے اسکا جواب دینا نہیں چاہا تھا اس خیال کہ تجربہ اور پبلک خود اسکو جواب دیگی اسلیے ہم اپنے قابل ہمعصر کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی تمام نوٹس پیش کریں۔ بہرحال اس چٹھی کی عمدہ اور اعلیٰ تحریر کی تعریف کرتے ہوئے ارگونٹ ڈاکٹر ڈوئی کے نام کی چٹھی کا اقتباس درج کرتا ہے جسکو اب یہاں درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اسطرح یہ دعوت امریکہ میں پہونچ چکی ہے۔ اور اب ہم **تیسرا واقعہ** درج کرتے ہیں۔

**مصر میں دعوة**

حضرت حجۃ اللہ کی دعوۃ مصر میں پہونچ گئی اور آخر وہاں ایک جماعۃ کے قائم ہونیکی امید ہو ہی گئی ہے چنانچہ مصر سے جو خط بیعت کے لیے پہونچا ہے اسے ہم بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں

من مصر فی ۲۰ مارس ۱۹۰۳

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

حضرة محدث الوقت ومجدد الزمان المسيح الموعود والمهدى المعهود والامام المنتظر المؤيد من الله الصمد السيد ميرزا غلام احمد القاديانى الهندى ادام الله علوه واعز به الاسلام والمسلمين۔ امين۔

بعد اسئلة من عند الله ونور من لدنه تعالى نظرتكم ولا زلت ناظرا اليكم كانى اشاهد طلعتكم واحظى برؤياكم فى قيامى وقعودى يقظا كنت او نائما ولو كنتم فى الشرق الاقصى۔ وذلك بذلك تمتعى بالروحانية الغير متناهية زمانا ومكانا۔ كيف لا والملئكة تنزل علينا وهو القائل "نحن اولياؤكم فى الحيوة الدنيا وفى الاخرة" فسبيلنا اليكم هو النور الكاشف الفارق الجاذب لقلوبنا وارواحنا واشواقنا اليكم كاننا فيكم ومنكم وبكم واليكم كالروح معه اجسامكم فلا تسليم لكم عندى ولا كلام ولا شوق ولا تحية كما يفعل المتخاطبون الذين تحجبهم الحجب ولكنى اصافحكم مع هذا كما امر الرسول صلى الله عليه وسلم الذى اوصانا باتباع المسيح الموعود

من بعض اخواننا

ان غبت اوحشت الورى يا سيدى
الآن يا نور فقد آنستنى
قلبى محلك انت فيه فينبغى
ان لا يقال لساكنٍ اوحشتنى

الله ربنا ومحمد نبينا وانتم يا عيسى بن مريم مسيحنا لانكم جوهرة الاول روح الثانى ويوحنا المتحدان ايليا الربانى لا نعرفكم الا كل فان بهتان

تاثرنا الیکم متوجہ بکلیاتنا لحبنا بکم لانہ یراکم کما راکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نازلا من السماء اماما هادیا حکما عادلا بید کم حربۃ تقتلون بہا الدجال شیطان اخر الزمان الذی اضل اهل الارض وظهرت مفاسدہ فی البلاد عموما وفی بلادنا خصوصا فان اصابۃ ولدی وثمرۃ فؤادی بسہم من سہامہ حرضنی لوجوب مطاردۃ الدجال الغوی الذی بعثکم اللہ لقتالہ وقتال اتباعہ خصوصا جماعۃ البر و لستنظ الذین رفعوا رایۃ الظلم وانخفض بینہم العدل واستحکم فیہم الهوی وانتهت بہم الشهوۃ الشدیدۃ الی تفریق ما وصلہ اللہ من لحمۃ النسب بین الفرع واصلہ والی قطع اسباب المحبۃ التی احکم اللہ ربطها۔

فرحت من فتح حجب العلوم الافرنجیۃ والحکم وقال ”ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنهما“ انکم النصر من عند اللہ الذی لا یخذلکم ولن یخذلکم لان کل امورکم فی یدہ ولیست اسلحتکم ارضیۃ لانکم لستم فی احتیاج لسیوف امثال هذا العالم لان اعداء الحق یحاربوننا بتقاریرهم ومکائدهم کما حصل مع بنی اسرائیل فی ایام الرومان وقت مجیئکم الاول

زمانکم الثانی کزمانکم الاول۔ اکثر المسلمین اخواننا استحوذ علیہم الهوا واضاعوا الصوم والصلوۃ وقست قلوبهم وفسدت طباعهم وما بقی فیہم الا اسم الاسلام ورسم الدخول فی المساجد (حمامۃ البشری) فوجب علینا الفرار الی اللہ ربنا واتباعکم فیما انتم علیہ لان شعوری بما انتم علیہ حق لاریب فیہ وقد بایعتکم علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ فاصدا ابا الموقلب سلیم ونیۃ صحیحۃ راجیا بابتهالکم وبرکۃ دعائکم ادراک کل مامول لجمیع اخوانی المسلمین ولا سیما اعضاء جمعیۃ المباحث العلمیۃ التی اخص منہم بالذکر حضرۃ الفاضل المحترم الشیخ **حامد احمد** بدری

المسلمین تخلیں الان معنا فی درس کتبکم التی التمسنا منها ثلاثۃ وهی ”حمامۃ البشری“ و ”الهدی“ و ”الخطبۃ الالهامیۃ“ واما الحصول علی باقیها بواسطۃ الشیخ الحبیب الحکیم ”غلام النبی“ احمد وبما اننا نعرف اللغۃ الانکلیزیۃ نرغب مطالعۃ ما یکتب منکم او عنکم فیها واسال اللہ الفوز فی الدنیا والاخرۃ امین ببرکتکم امین۔

## کتبہ محمد حبیب صاحب

المعرض العام بشارع غیط العدہ مصر.

### اس خط پر مولوی غلام نبی صاحب مندرجہ ذیل الفاظ لکھتے ہیں

بخدمت امام الزمان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ایک دلیر آدمی ہے کسی ملامت اور تشنیع کا کوئی خوف نہیں۔ مسائل حمامہ وغیرہ کو تسلیم کرتے ہیں جیسے کئی سال کا پیاسا انسان پانی پاتا ہے اور بڑے شوق سے پیتا ہے خط اسکا خود لکھا ہوا ہے۔ یہ انگریزی جانتے ہیں دربار کے سو تقریر جو آپکی طرف سے انگریزی مضمون نکلا ہے اور ریویو آف ریلجنز کے ایک دو پرچے اور آپکی وہ صورت جس میں مولوی نور الدین صاحب کی بھی تصویر ہو ارسال فرماویں اور بہت لوگ آپکی طرز تعلیم کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے پڑھا اور کہا تک پڑھا جو کچھ مجھے معلوم تھا بیان کیا۔ بس صرف کتابیں ارسال کرنے سے جہاد وغیرہ کا مسئلہ حل ہو جائیگا اگر اور بھی تفصیل کی کتاب عربی انگریزی میں سے چھپی ہو وہ بھی معہ دیگر کتب ارسال فرماویں اور شرائط بیعت۔

اور انھوں نے یہ خواب دیکھا المسیح کلمۃ عبرانیۃ معناها الاسحر ذالعالم منسحر ومجاز لما سحر لہ فنزیل او ساخهم وادرانهم وکان یکررها فی المنام بالفاظ متنوعۃ هذا معناها۔ فقام منشرحا قلبہ کانما وقد کان قرا کتب حضرتکم بل بعد هذا الحلم وصفقنا کانما یحتاج بعد هذا الی الدلائل المعلقۃ بحضرتکم۔ اور امید کرتا ہوں جلد جواب ارسال فرماوینگے پتہ یہ ہے شارع غیط العدہ

حزب عابدین محمد حبیب صاحب المعرض العام مصر۔
غلام نبی هندی ناد یلی

## قرآن کریم

### چھ مہینے میں پڑھایا جاتا ہے

جو لوگ اپنی اولاد کو قرآن کریم جیسی رحمت۔ نور۔ شفا۔ نعمت سے بہرہ ور کرنے کے خواہشمند ہوں وہ اس تحریر کو غور سے پڑھیں۔ قاعدہ یسرنا القرآن کی تدوین سے تجربہ ہو گیا ہے کہ اگر محنت کر نیوالا استاد ہو اور بچہ بھی ہوشیار ہو تو ۹ مہینے کے اندر قرآن شریف پڑھایا جا سکتا ہے۔ مگر ہم لوگوں کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے مدرس ہونیکی وجہ سے اور قرآن کریم کے مدرس ہونیکی وجہ سے قاعدہ یسرنا القرآن کے مطابق اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر خدا کے فضل سے ایسا اشتہار دینے کا حوصلہ پیدا ہوا ہے کہ جو صاحب اپنی اولاد کو چھ سات مہینے کے اندر قرآن شریف ختم کرانا چاہتے ہوں وہ ہم سے بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کر لیں ہم پانچ سال سے زائد عمر کے بچے کو اس معیاد کے اندر انشاء اللہ العزیز قرآن شریف ختم کرا دینگے اور نہ صرف ختم بلکہ اسکو بعید ہو گا اور جہاں سے کوئی چاہے پڑھ لے۔ کیونکہ پڑھانے کا طریق تجربہ کے باعث ایک خاص طرز کا ہو گیا ہے طوطے کیطرح نہیں پڑھایا جاتا بلکہ خاص قواعد کی بنا پر بچے کو خوب ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔

ہم اس خدمت کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اسکے کلام کی خدمت و اشاعت کے لیے اپنے ذمہ لیتے ہیں پس جو اپنی اولاد کے قیمتی وقت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام سے محبت رکھتے ہیں وہ بذریعہ خط و کتابت ہم سے فیصلہ کر کے اپنے بچوں کو ہمارے سپرد کر دیں اور پھر دیکھ لیں کہ موعودہ عرصہ میں کس طرح ان کا بچہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے

خاکساران شیخ عبد الرحمن قادیانی و شیخ محمد اسمٰعیل سرساوی

## تفسیر القرآن کی ماہواری اشاعت

الحکم کی گذشتہ اشاعت کے ہمراہ تفسیر القرآن کا پہلا نمبر خریداران تفسیر القرآن کو جنکے نام پہلے سے درج رجسٹر تھے بھیجا گیا ہے۔ چند احباب ایسے بھی ہونگے جنکے نام محض اس خیال سے بھیجا گیا ہے کہ وہ اسکی خریداری منظور کرینگے۔ لیکن ہم کسیکو جبراً خریدار بنانا نہیں چاہتے تفسیر القرآن کے ماہوار اشاعت ان کثیر التعداد اصرار کرنے والے خطوط کی بنا پر کی گئی ہے جو وقتاً فوقتاً خاکسار کے پاس پہونچ رہے ہیں۔ اسلیے ہم ان احباب کو جن کے پاس تفسیر القرآن کا پہلا نمبر باسید قبولیت پہونچا ہے موقع دیتے ہیں کہ وہ اس کے حسن و قبح اور اسکی ضرورت کے سوال پر بخوبی غور کرلیں اور اگر وہ اسکی خریداری سے معذور ہوں تو انہیں بیشک اختیار ہے کہ وہ واپس بھیجدیں۔ لیکن براہ کرم کوئی بزرگ ایسا ہرگز نہ کریں کہ در اصل تفسیر القرآن کے خریدار بھی نہ ہونا چاہتے ہوں اور پہلا نمبر بھی رکھ لیں کیونکہ اس سے ہمارے مسلسل نمبروں کے فائل میں نقصان پہونچے گا۔

ایک امر اور غلط فہمی کے لیے ظاہر کرنا ضروری ہے کہ دوسرا پارہ ۲۸ صفحہ تک پہلو الگ خریداران تفسیر القرآن کے پاس ان کے اصرار سے بھیجا جاچکا ہے اور ۴۸ صفحہ تک کے فرمے اور چھپ گئے ہیں جو الحکم کی اگلی اشاعت کے ساتھ انشاء اللہ روانہ کرینگے۔ اور اسطرح پر دوسرا پارہ الگ مکمل کرکے بھیجا جاوے گا۔ لیکن یہ اوراق اور راجز اصرف ان خریداروں کو بھیجے جاوینگے جنکی پیشگی قیمت وصول ہوچکی ہے۔ دوسرے صاحب حسب معمول پارہ مکمل ہونے پر بھی لے سکتے ہیں۔ اسطرح پر جزئی اشاعت سے ایک فائدہ بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ ہم ہر نمبر پر اپنے ناظرین تفسیر القرآن کی رایوں کو معلوم کرسکا کریں گے اگر کوئی نقص یا غلطی رہ گئی ہو تو اسکی اصلاح ہوجایا کریگی انشاء اللہ



## البشریٰ

### اور اُس کا پہلا مبارک خریدار

ہمارے ناظرین الحکم کی اشاعت کے ساتھ البشریٰ نے ایک عربی ماہوار رسالہ کا اشتہار پڑھیں گے۔ اس کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق اگلی اشاعت میں کچھ لکھوں گا لیکن سردست مجھے ایک ضروری امر کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ البشریٰ کے اجرا پر کیا کیا رائے زنیاں ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ اس کے اجرا سے میری اصل غرض حضرت حجۃ اللہ کے بعثت کی بشارت کا ممالک اسلامیہ میں پہونچانا اور مسلمانوں کو مذہبی اور قومی زبان عربی کا مذاق پیدا کرنا ہے پس جو لوگ ان اغراض کو اہم سمجھتے ہیں وہ ضرور میرے ساتھ ہوں گے۔ چنانچہ میں بڑی خوشی کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ البشریٰ کا اشتہار دیکھکر پہلا شخص جسنے البشریٰ کی خریداری کے لیے درخواست کی وہ حضرت

**حکیم الامۃ مولانا مولوی نور الدین**

صاحب ہیں حضرت حکیم الامۃ کا پہلا خریدار ہونا البشریٰ کے لیے مبارک فال ہے اور میں اس خوشی کے لیے ... البشریٰ کے ہر پرچے اسکے جاری ہونے پر مدرسہ تعلیم الاسلام کے مڈل اور انٹرنس کے ان طالب علموں کو دینے کا انشاء اللہ وعدہ کرتا ہوں جو انٹرنس کے امتحان میں عربی بطور دوسری زبان کے لیں اور مڈل میں عربی زبان میں اول رہیں

## سرکاری خبریں

اے۔ میریڈیتھ صاحب بجائے ویرنگ صاحب جو رخصت پر جاتے ہیں بطور ڈپٹی کمشنر ملتان تعینات کیے جاوینگے۔

ولسن جانسٹن صاحب لفٹنٹ فیرصاحب اور کپتان نکولس صاحب بندوبست کا کام سیکھنے کے لیے ہزارہ میں تعینات کیے جاوینگے

کپتان۔ بی۔ ڈی۔ فٹز پیٹرک بطور ڈپٹی کمشنر ہوشیارپور کام کرینگے۔

فریزر برومی اور لطیف صاحبان جو تعلیم بندوبست کے خاتمہ پر دہلی۔ راولپنڈی اور سیالکوٹ میں تعینات کیے جاوینگے۔

کپتان۔ اے۔ سی۔ الیٹ صاحب اسسٹنٹ کمشنر اس موسم کے لیے دلہوزی تعینات کیے جاوینگے۔

اے۔ ایچ باپر کر صاحب اسسٹنٹ کمشنر کو چھ ماہ کی رخصت عطا ہوئی اور ایم ایچ ہیرسین صاحب موصوف کو سبکدوش کریں گے۔

ایف۔ ایچ برٹن صاحب انڈر سیکرٹری گورنمنٹ کو چھ ماہ کی رخصت عطا ہوئی۔

پی۔ ایل بارکر صاحب صاحب موصوف کو سبکدوش کرینگے۔

دستخط
فرنیک لی اسسٹنٹ سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

## اعلان

چونکہ امتحان مڈل کا نتیجہ نکل گیا ہے اسلئے پریپیریٹری کلاس (یعنی فورتھ ہائی) یکم اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کو کھولی جائیگی۔ جو احباب یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد اور اقربا کو موجودہ زمانہ کی رسمی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم اور نیک صحبت کا بھی حصہ ملے وہ اپنے بچوں کو جلد روانہ کردیں تاکہ تعلیم میں حرج نہ ہو۔ اس جماعت کی فیس مدرسہ اونی درجہ ۴ ہے اور فیس بورڈنگ ہوس ۱۲ اور خرچ خوراک ۳ سے ۶ تک درجہ وار ہے باقی تفصیل کے واسطے جو صاحب چاہیں ماتم کے ساتھ خط و کتابت کرسکتے ہیں۔ والسلام

محمد صادق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائٹر کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔

چاہیے اور سب سے بڑھ کر پرہیزگاری سے اپنے اللہ پر بدظنی نہیں ہونا چاہیے یہ کبھی بھی خیال کرنا نہیں چاہیے میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالےٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لیے دعا کرتا ہے مگر وہ دعا اس کی اپنی نادانی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا سے چاہتا ہے جو اس کے لیے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی دعا کو تو رد نہیں کرتا لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے مثلاً ایک زمیندار جسکو ہل چلانے کے لیے بیل کی ضرورت ہے وہ بادشاہ سے جاکر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اسکو دراصل بیل دینا مفید ہوگا تو وہ حکم دیدے کہ اسکو ایک بیل دیدو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے یہ کہدے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی تو یہ اسکی حماقت اور نادانی ہے لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لیے یہی بہتر تھا۔ اسطرح جیسا اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے کو دیکھکر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کریگی کہ اسکو آگ کے انگارے دیدے؟ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہو جاتی ہے بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے محروم ہو گئے کہ ذرا ذرا سی بات پر شوخیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جسطرح بنی اسرائیل کو غلامی کے دنوں میں وعدے کیے گئے تھے اسی طرح اس اُمت کے لیے بھی ایک مماثلت ہے ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا اور اب وہی حالت غلامی کی ہے کیونکہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں مسلمانوں کی حالت تنزل میں ہے۔ اسی مماثلت کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال تک رکھا ہے جسطرح جیسے موسیٰ علیہ السلام نے وہ زمین نہ پائی بلکہ یشوع بن نون لے گیا اسی طرح جیسے قبولیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے نصیب معلوم نہیں ہوتی جو آٹھوں دن

مخالفت اور شرارت میں بڑھتے چلتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ انکو کیا کہا گیا تھا کیا تعلیم ملی تھی اور اب انھوں نے اسپر کس حد تک عمل کیا ہے۔

مجھکو بڑی ہی حیرت اور بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں یہ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں یہ احادیث کے درس دیتے اور مسلمانوں کے لیڈر اور سرگروہ بنتے ہیں دین کے اصول سمجھنے اور اسپر عمل کرنے کے مدعی ہیں مگر میرے معاملہ میں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتے کہ قرآن شریف کے نصوص کی بنا پر میرے دعوے کو سوچیں اور میری نسبت کوئی رائے دیتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں خدا تعالےٰ کے خوف سے کہتے ہیں یا اپنے نفسانی اغراض اور جوشوں کو درمیان رکھکے کہتے ہیں اگر خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ پر عمل کرتے۔ اور جبتک میری کتابوں کو پورے طور پر نہ پڑھ لیتے اور میرے پاس رہ کر میرے طرز عمل کو نہ دیکھ لیتے کوئی رائے نہ دیتے مگر انھوں نے قبل از مرگ واویلا شروع کر دیا اور خدا تعالےٰ کے کلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی کچھ بھی پروا نہ کی ان سب کو پس پشت ڈالدیا۔ کم از کم تقویٰ کا طریق تو یہ تھا کہ وہ میرے دعویٰ کو سنکر فکر کرتے اور جھٹ پٹ انکار نہ کر دیتے کیونکہ جیسے انکو یہ کہا تھا کہ **خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے** وہ دیکھتے ہیں کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے وہ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں بھی اپنی ساتھ رکھتا ہے یا نہیں مگر انھوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں انھوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی لیکن کہدیا کہ سحر ہے۔ میں ان لوگوں سے کیا اُمید رکھوں جو خدا تعالےٰ کے کلام کی بےحرمتی کرتے ہیں خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اسکا نام سنتے ہی یہ ہتھیار ڈالدیتے۔ مگر یہ اور بھی شرارت میں بڑھے اب خود دیکھ لیں گے کہ انجام کس کے ہاتھ ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ میرے بُلانے کے دراصل یہی لوگ محرک ہوئے ہیں اور میری **بعثت** کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہیں۔ کیونکہ جسقدر لوگ نصرانی اور بیدین ہوئے ہیں وہ دراصل مولویوں کا قصور ہے۔ جب کسی نے ان سے سوال کیا اور کوئی بات ان سے پوچھی تو انھوں نے

جھٹ پٹ یہی فتویٰ دیدیا کہ یہ واجب القتل ہے کافر ہو گیا بیدین ہو گیا اسکو مار ڈالو۔ اعتراض کرنے والوں نے جب یہ حالت دیکھی تو انھوں نے یہی سمجھا کہ اسلام کے عقائد فی الحقیقت ایسے ہی کمزور اور بودے ہیں کہ وہ معقولیت کے آگے نہیں ٹھیر سکتے۔ پس انھوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایسے دین کو چھوڑ دیں۔ ہزاروں ہزار لوگ پائے جاتے ہیں جن کے مرتد ہونیکی وجہ یہی مولوی ہو گئے ہیں

یہ بات کہ وہ سوال کیوں کرتے ہیں بڑی سہل ہے یہ لوگ تیرہ سو برس کے بعد چونکہ پیدا ہوئے ہیں اسقدر بُعد زمانی کی وجہ سے گویا یہ تاریکی کا زمانہ کہنا چاہیے اسلیے انکو حق حاصل ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں۔ لیکن سوال کرنے پر انھوں نے جو اخلاق ان مولویوں کے دیکھے انھوں نے ان کو گمراہ کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ انکو معذور اور واجب الرحم سمجھکر نرمی سے پیش آتے اور انکو سمجھاتے۔ مگر اُلٹا انھوں نے انکو اسلام سے بیزار کر دیا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اسکی تاثیروں کو دکھاؤں پس اسوقت ہمارے دو کام ہیں اول یہ کہ ان نشانوں کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جاوے کہ **مجیب** اور **ناطق خدا** ہمارا ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سنتا اور ان کے جواب دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ جو خدا پیش کرتے ہیں وہ **اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا** کا مصداق ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جان کے کافر و بیدینی کے انکی دعائیں **وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ** کی مصداق ہو گئی ہیں ورنہ اللہ تعالےٰ تو سب کا ایک ہی ہے مگر ان لوگوں نے اسکی صفات کو سمجھا ہی نہیں ہے۔

پس یاد رکھو کہ ہمارا خدا ناطق خدا ہے وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔

ہماری جماعت کو خدا تعالےٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے اور انکو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالےٰ نے انکو یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ انکی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جسکو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اسنے خدا تعالےٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو

ہماری جماعت کے لیے اسی بات کی ضرورت ہے

کہ ان کا ایمان بڑھے خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لیے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اُس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجاوے گا کہ وہ الگ ہو جاوے گا اسی لیے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔

اعمال پروں کی طرح ہیں بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لیے پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی۔ اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں انکو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہونچاتے ہیں۔ اسی طرح پرندوں سے عجیب عجیب کام لیے جاتے ہیں پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے۔ اور سوچلے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لیے ہے یا نہیں؟ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے سستی اور غفلت نہ کرے۔

ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ جاتا ہے اسلیے خود خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیے مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ آریہ اور عیسائی اعتراض کر دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ اور پھر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اسکو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا بھی نیک نیتی اور فہم سے کام لیا جاوے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور بیسود معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ قسموں کے متعلق دیکھنا یہ ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مفہوم اور مقصد کیا ہوتا ہے؟ جب اسکی فلاسفی پر غور کر لیا جاوے تو پھر یہ خود بخود سوال حل ہو جاتا ہے اور زیادہ رنج اُٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قسم بطور قائمقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ مسلم بات ہے عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے یا قسم کھانے والے کی قسم کو ایک شاہد صادق تصور کرتی ہے؟ یہ روز مرہ کی بات ہے۔ جہالت اور تعصب سے اعتراض کرنا اور بات ہے لیکن حقیقت کو مدنظر رکھکر کوئی بات کہنا اور۔ اب جبکہ یہ عام طریق ہے کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے پھر کیسی سیدھی بات ہے کہ اسی اصول پر قرآن شریف کی قسموں کو دیکھ لیا جاوے کہ وہاں اس سے کیا مطلب ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ نظری امر کے اثبات کے لیے بدیہی کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ جیسے فرمایا والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل۔ اب یہ بھی ایک قسم کا محل ہے نادان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلد اپنی جہالت سے یہ اعتراض کر دیتا ہے کہ دیکھو جی کیا آسمان کی قسم کھائی ہے لیکن اسکو نہیں معلوم کہ اس قسم کے نیچے کیسے معارف موجود ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی الٰہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقانیت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اسکو اس طرز پر پیش کیا ہے۔

(باقی آئندہ)

---



---

## سورہ کوثر پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گزشتہ اشاعت سے آگے۔

حالانکہ یہ ضروری بات تھی۔ کہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حالات زندگی پر پوری اطلاع حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی کیونکہ جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ آپ دن رات میں کیا کیا عمل کرتے تھے؟ اس وقت تک ان اعمال کی طرف تحریک اور ترغیب نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالیٰ کی محبت یا اسکے محبوب بننے کا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع ہے پھر یہ اتباع کیسے کامل طور پر ہو سکتی ہے جب معلوم ہی نہ ہو کہ آپ کیا کیا کرتے تھے۔ اس پہلو میں کبھی مسلمانوں نے جسقدر اس وقت سستی اور غفلت سے کام لیا ہے وہ بہت کچھ انکی ذلت اور ضعف کا باعث ٹھیرا۔

اس ضروری کام کو تو چھوڑا پر مصروفیت کس کام میں اختیار کی۔ نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں چاء پی لی۔ حقہ پی لیا۔ پان کھا لیا۔ غرض ہر پہلو اور ہر حالت سے دنیوی امور میں ہی مستغرق ہو گئے۔ مگر پھر بھی آرام اور سکھ نہیں ملتا۔ ساری کوششیں اور ساری تگ و دو دنیا کے لیے ہی ہوتی ہے اور انہیں کبھی راحت نہیں۔ لیکن جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں انکو وہ دیتا ہے تو پھر کسقدر دیتا ہے؟ اور ساری راحتوں کا مالک اور وارث بنا دیتا ہے۔ میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ جتنا چھوڑتا ہے اُسکا اتنا ہی دینا ہوتا ہے اور جسقدر بڑا اسی قدر اسکی دہش ہوتی ہے۔ جسقدر کبریائی اللہ تعالیٰ رکھتا ہے اسی کے موافق اسکی عطا ہے۔ اور اسکی عطا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا

میں نے ایک دنیادار کو دیکھا ہے وہ میرا تعلق بھی ہے میں کلکتہ میں اُسکے مکان پر تھا۔ اسنے مجھے دکھایا کہ وہ ایک ایک دن میں چار چار سو پانچ پانچ سو روپیہ کپڑے کا لیتا ہے۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ میں نے اسکو اکبر آباد گجرات میں دیکھا بہت ہی بُری حالت میں مبتلا تھے اسکو اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ پوچھا کہ بتاؤ کیا حال ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ حالت ہو گئی ہے کہ بیٹے کو جگہ نہیں کہانے کو روٹی نہیں اسوقت یہاں آیا ہوں کہ فلاں شخص کو میں نے ۵ ہزار روپیہ دیا تھا۔ مگر اب وہ بھی جواب دیتا ہے میں نے انکی اسحالت کو دیکھکر یہ سبق حاصل کیا کہ خدا ہی کی

انسان کیا کام کرسکتا ہے؟ ادھر بالمقابل دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع نے کیا کیا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وعظ کرتے ہیں چالاکیاں کرتے ہیں لیکن ذرا پیٹ میں درد ہو تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم گئے۔

پس تم وہ چیز ہو جسکا نسخہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپکے اتباع پر تجربہ کرکے دکھایا ہے کہ جب وہ دیتا ہے تو اسکا کوئی بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ نبی کہانی ہے۔ کہ کس طرح پر خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی نصرت کی ہے۔ ابھی شہر میں دیکھو مرزا غلام احمد ایدہ اللہ الاحد ایک شخص ہے۔ کیا قد میں امام الدین اس کا چھوٹا ہے یا اسکی داڑھی چھوٹی ہے اس کا مکان دیکھو تو حضرت اقدس کے مکانوں سے مکان بھی بڑا ہے۔ داڑھی دیکھو تو وہ بھی بڑی لمبی ہے۔ کوشش بھی ہے کہ مجھے کچھ ملے مگر دیکھتے ہو خدا کے دینے میں کیا فرق ہے۔ میں یہ باتیں کسی اہانت کے لیے نہیں کہتا میں ایسے نمونوں کو ضروری سمجھتا ہوں اور ہر جگہ یہ نمونے موجود ہوتے ہیں۔

میں خود ایک نمونہ ہوں جتنا میں بولتا کہتا اور لوگوں کو سناتا ہوں اسکا ہیواں حصہ بھی مرزا صاحب نہیں بولتے اور سناتے لیکن تم دیکھتے ہو وہ خاص وقتوں میں باہر تشریف لاتے ہیں اور میں سارا دن باہر رہتا ہوں لیکن پھر تو بدظنی بھی ہو جاتی ہے لیکن اسکی باتوں پر کیسا عمل ہے بات یہی ہے کہ اللہ کا دین الگ ہے اور وہ موقوف ہے ایمان پر۔

منصوبہ باز چالاکیوں سے کام لینے والے بامراد نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی تدابیر اور مکائد پر بھروسہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یوں کرلیں گے مگر اللہ تعالیٰ انکو دکھاتا ہے کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی جب اُس کا فضل ہوتا ہے تو اسکے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دینے کے منتظر ہو اور یہ عطا منحصر ایمان پر ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ملا وہ سب سے بڑھ کر ملا۔ شرط یہ ہے

## فصل لربک

اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں لگو۔ نماز سنوار کر پڑھو نماز مومن کی الگ اور دنیادار کی الگ منافق کی الگ ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام ابراہیم بھی تھا جسکی تعریف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ابراھیم الذی وفیٰ** اور وہی ابراہیم ہو جا **بقلب سلیم** کا مصداق تھا اسنے بھی تعظیم امر الٰہی کی کرکے دکھائی اس کا نتیجہ کیا دیکھا۔ دنیا کا امام ٹھیرا۔ اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ تعظیم لامر اللہ کے لیے تو **فصل لربک** کا حکم ہے مگر شفقت علی خلق اللہ اور تکمیل تعظیم امر الٰہی کے لیے

**وانحر**

قربانی بھی کرو۔

قربانی کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ جب یہ شروع ہوئی اسوقت دیکھو کیسے مشکلات تھے اور اب بھی دیکھو۔

ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف تھے ۹۹ برس کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اولاد صالح عنایت کی **اسمٰعیل** جیسی اولاد عطا کی جب اسمٰعیل جوان ہوئے تو حکم ہوا کہ انکو قربانی میں دیدو۔ اب ابراہیم علیہ السلام کی قربانی دیکھو زمانہ اور عمر وہ کہ ۹۹ تک پہونچ گئی اس بوڑھاپے آیندہ اولاد کے ہونے کی کیا توقع اور وہ طاقتیں کہاں؟ مگر اس حکم پر ابراہیم نے اپنی ساری طاقتیں ساری امیدیں اور تمام ارادے قربان کردیے ایک طرف حکم ہوا۔ اور معاً بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کرلیا۔ پھر بیٹا بھی ایسا سعید بیٹا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! **انی اری فی المنام انی اذبحک** تو وہ بلا چون وچرا یونہی بولا۔ کہ **فافعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین**۔ ابا! جلدی کرو۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ خواب کی بات ہے اسکی تعبیر ہو سکتی ہے مگر نہیں کہا پھر کرہی لیجیے۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرمانبرداری دکھائی کہ کوئی عزت کوئی آرام کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی۔ یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں۔ مگر دیکھو کہ اسمیں اور انمیں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور اسکے بیٹے کو کیا جزا دی اولاد میں ہزاروں بادشاہ اور انبیا ........ پیدا کیے۔ وہ زمانہ عطا کیا جس کی انتہا نہیں خلفا ہوں تو وہ بھی ملت ابراہیمی میں سارے نواب اور خلفاء الٰہی دین کے قیامت تک اسی گھرانے میں ہونے والے ہیں۔

پس اگر قربانی کرتے ہو تو ابراہیمی قربانی کرو۔ زبان سے **انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض** کہتے ہو تو روح بھی اس کے ساتھ متفق ہو **ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین** کہتے ہو تو کرکے بھی دکھلاؤ۔

غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اسکی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کے لیے جو اسلام کا سچا مفہوم اور منشا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں وسوسے اور دنیا کی ایچا پیچی ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے کل قویٰ اور خواہشوں کو قربان کرڈالو اور رضاء الٰہی میں لگا دو۔ تو پھر نتیجہ یہ ہوگا۔

**ان شانئک ھو الابتر**

تیرے دشمن ابتر ہوں گے۔

انسان کی خوشحالی اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ خود اسکو راحتیں اور نصرتیں ملیں اور اسکے دشمن تباہ اور ہلاک ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز اور اپنی قربانیاں میں دکھا دیا کہ وہ ہمارا سب سے بڑا نفرت والا اور تائیدوں سے بتا دیا کہ ہم نسلیں ہیں اور اسکے دشمنوں کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ آج ابوجہل کو کون جانتا ہے ماں باپ نے تو اسکا نام ابوالحکم رکھا تھا مگر آخر ابوجہل ٹھیرا۔ وہ سید الوادی کہلاتا تھا مگر بدتر مخلوق ٹھیرا۔ وہ بلال جسکو ذلیل کرتے ناک میں نکیل ڈالتے تھے اُس نے اللہ تعالیٰ کو مانا اسی کے سامنے انکو ہلاک کرکے دکھایا۔ غرض خدا کے ہو جاؤ وہ تمہارا ہو جاوے گا **من کان للہ کان اللہ لہ**۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں ہزار اعتراض مرزا صاحب پر کرتے ہیں مگر وہ وہی اعتراض ہیں جو پہلے برگزیدوں پر ہوئے انجام بتا دے گا کہ راستباز کامیاب ہوتا ہے اور اسکے دشمن تباہ ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے ورنہ نامراد مرتا ہے پس ایسے بنو کہ موت آوے خواہ وہ کسی وقت آوے مگر تمکو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار پاوے۔ یاد رکھو کہ مرکر اور مرتے ہوئے بھی اسکے ہو جانے والے نہیں مرتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو اعمال صالحہ کی توفیق دے۔ جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور اپنا مطالعہ نہیں کرتا وہ پھر

دنیا کے پیچ پوچ کام نہیں آتے کام آنیوالی چیز نیکی اور اعمال صالحہ ہیں خدا سب کو توفیق عطا کرے
آمین

## دوسرے خطبہ

میں اتنا ہی فرمایا کہ قربانیاں دو جو بیمار نہ ہوں دبلی نہ ہوں۔ بے آنکھ کی نہ ہوں کان کٹی ہوئی نہ ہوں۔ عیب دار نہ ہوں۔ لنگڑی نہ ہوں۔ اسمیں اشارہ ہے کہ جبتک کامل طور پر قویٰ قربان نہ کروگے ساری نیکیاں تمہاری ذات پر جلوہ گر نہ ہونگی اصل منشا قربانی کا یہ ہے پھر جسکو مناسب سمجھتا ہووے۔

# استفسار اور اُن کے جواب

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور بعض لوگ عجیب عجیب سوال کرتے ہیں جنکا جواب دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہوتا ہے اسلیے اس عنوان کے تحت عند الضرورۃ ہم ایسے استفسار اور جواب شائع کیا کریں گے۔ ایڈیٹر۔

**سوال۔** مولود کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں؟

**حضرت اقدس۔** محض تذکرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمدہ چیز ہے اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپ کی اتباع کے لیے تحریک ہوتی اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اسی لیے بعض تذکرے موجود ہیں جیسے فرمایا واذکر فی الکتٰب ابراھیم۔ لیکن اگر تذکروں کے بیان میں بعض بدعات ملا دی جاویں تو وہ حرام ہو جاتے ہیں۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

یہ یاد رکھو کہ اصل مقصد اسلام کا توحید ہے مولود کی محفلیں کرنے والوں میں آجکل دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی بدعات ملا لی گئی ہیں جس نے ایک جائز اور موجب رحمت فعل کو خراب کر دیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ موجب رحمت ہے۔ مگر غیر مشروع امور و بدعات منشاء الٰہی کے خلاف ہیں ہم خود اس امر کے مجاز نہیں ہیں کہ آپ کسی نئی شریعۃ کی بنیاد رکھیں اور آجکل یہی ہو رہا ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات کے موافق شریعۃ کو بنانا چاہتا ہے گویا خود شریعت بناتا ہے۔

اس مسئلہ میں بھی افراط اور تفریط سے کام لیا گیا ہے بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہی حرام ہے یہ ان کی حماقت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بیباکی ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع خدا تعالےٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا اور اسکی تحریک ہوتی ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اُس کا تذکرہ کرتا ہے۔

ہاں جو لوگ مولود کرتے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لے آئے ہیں یہ انکی جرأت ہے ایسی مجلسیں جو کی جاتی ہیں ان میں بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ سود خوار اور شرابی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی مجلسوں سے کیا تعلق؟ اور یہ لوگ محض ایک تماشہ کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں بس اس قسم کے خیال بیہودہ ہیں۔

جو شخص خشک وہابی بنتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دل میں جگہ نہیں دیتا وہ بیدین آدمی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا وجود بھی ایک بارش ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کا روشن وجود ہوتا ہے۔ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا ہے دنیا کے لیے اسمیں برکات ہوتے ہیں اپنے جیسا سمجھ لینا ظلم ہے۔ اولیاء و انبیاء سے محبت رکھنے سے ایمانی قوۃ بڑھتی ہے۔

**حدیث** میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک اعلیٰ مقام ہوگا اور اسمیں میں ہوں گا ایک صحابی جس کو آپ سے بہت ہی محبت تھی وہ یہ سنکر رو پڑا اور کہا کہ حضور مجھے آپ سے بہت محبت تھی آپ نے فرمایا تو میرے ساتھ ہوگا۔

مشرک بھی سچی محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں رکھ سکتا۔ اور ایسا ہی وہابی بھی نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمانوں کے آریہ ہیں ان میں روحانیت نہیں ہے خدا تعالے اور اسکے سچے رسول سے سچی محبت نہیں ہے۔

دوسرا گروہ جنھوں نے مشرکانہ طریق اختیار کیے ہیں روحانیت ان میں بھی نہیں قبر پرستی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ میرے نزدیک جیسا کہ وہابی کہتے ہیں حرام نہیں بلکہ یہ اتباع کی تحریک کے لیے مناسب ہے جو لوگ مشرکانہ رنگ میں بعض بدعتیں پیدا کرتے ہیں وہ حرام ہیں۔

**سوال۔** روٹیوں پر فاتحہ پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

**حضرت اقدس۔** کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا ہے؟

**سوال۔** خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟

**حضرت اقدس۔** خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا بھی عبادت ہے اور بدعات جو ساتھ ملا لیتے ہیں وہ اس عبادت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ بدعات نکال نکال کر ان لوگوں نے کام خراب کیا ہے۔

## ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کی سیر میں

**سوال۔** سودی روپے کے لینے اور دینے کے متعلق کیا حکم ہے۔

**حضرت اقدس۔** ہمارے نزدیک سودی روپیہ لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ مومن وہ ہوتے ہیں جو اپنے ایمان پر قائم ہوں اللہ تعالےٰ ان کا خود متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔ اللہ ہر بات پر قادر ہے اس قدر مومن دنیا میں گذرے ہیں وہ کبھی ایسی مشکلات میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ یرزقہ من حیث لا یحتسب اللہ ہر تنگی سے انکو نجات دیتا ہے ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک نمونہ پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ جب کسی سے کچھ روپیہ قرض لیتے تو اُسکے ساتھ کچھ اور بھی دے دیتے اس طریق پر کہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان پر عمل ہو جاوے۔ اور یہ جو زائد دیتے وہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اصل سے دو چند سہ چند ہوتا۔ ایسی صورتیں جائز ہیں کہ اگر کسی اپنے دوست سے روپیہ لے اور کوئی شرط اُسکے ساتھ نہ ہو تو صلہ مواسات کے طور پر کچھ بڑھا کر دیدے۔

لیکن جیسے آجکل عام طور پر مروج ہے کہ پہلے سود کا فیصلہ ہو جاتا ہے یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

ایمان بڑی بابرکت چیز ہے مومن کا متکفل

ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ مومن اپنے رب کی نسبت یقین رکھتا ہے کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ مومن کو یہ ضرورت نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو وہ خود کفیل ہو جاتا ہے۔ سود تو کوئی چیز نہیں اگر اللہ تعالیٰ مومن کو کہتا کہ تو زمین کا پانی نہ پیا کر تو میں ایمان رکھتا ہوں کہ اسکو آسمان سے پانی ملتا۔ جس قدر ضعف اور لاچاری ہوتی ہے اسی قدر ایمان کی کمزوری ہوتی ہے۔ کوئی گناہ چھوٹ نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ توفیق اور قوت نہ دے جب وہ قوت عطا کرتا ہے تو پھر سہولت کے دروازے کھول دیتا ہے اگر عذر نکال نکال کر گناہ کیے جاویں جیسے مثلاً کہتے ہیں کہ سودی روپیہ لیے بغیر گذارہ نہیں تو پھر عذروں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی کتاب کے کسی حکم پر عمل نہ ہو۔ سب راستبازوں کا تجربہ یہی ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ رحمت کا دروازہ نہ کھولے کچھ بھی نہیں بنتا۔ افسوس یہ ہے کہ جیسا بھروسہ انسان مخلوق کے دروازہ پر رکھتا ہے اگر اپنے خالق کے دروازہ پر رکھے تو کبھی محتاج نہ ہو۔ مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔

عذر رکھکر معصیت میں مبتلا ہونا یہ نفی عذر ہے جو شیطان سے آتا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرے تو سب کچھ ہوتا ہے۔ ہم نے بعض بیماریوں میں آزمایا ہے اور دیکھا ہے کہ محض دعا سے اسکا فضل ہوا اور مرض جاتا رہا ہے۔ ابھی دو چار دن ہوئے ہیں کثرت پیشاب اور اسہال کی وجہ سے میں مضمحل ہو گیا تھا میں نے دعا کی تو الہام ہوا

دُعَاءُكَ مُسْتَجَابٌ۔

اسکے بعد ہی دیکھا کہ وہ شکایت جاتی رہی خدا ایک ایسا نسخہ ہے جو سارے نسخوں سے بہتر ہے اور بچانے کے قابل ہے مگر پھر دیکھتا ہوں کہ یہ بخل ہے اسلیے ظاہر کرنا پڑتا ہے۔

اسلام اور غیر اسلام میں یہی فرق ہے کہ وہ اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتا ہے جیسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوتا تھا اب بھی خدا تعالیٰ ویسے ہی کرشمے دکھاتا ہے اور تازہ بتازہ کرشمہ دکھاتا ہے اور ہم پہچانتے ہیں کہ گویا وہی زمانہ اور وقت ہے اس سے بڑا حوصلہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے بندوں کو جلتی آگ میں بچا لیتا۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے کہا یا نار کونی بردا و سلاما۔ اور یہاں بھی ڈگلس کے سامنے جو کلارک کا مقدمہ تھا وہ اس آگ سے کم نہ تھا۔

غرض مومن کو خدا تعالیٰ ایسی مشکلات میں نہیں ڈالتا۔ جو پڑتا ہے وہ اپنی ہی کمزوری کی وجہ سے پڑتا ہے

**سوال۔** بابو عطاء الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر نے عرض کی کہ حضور ریلوے کے محکمہ میں ملازموں کی تنخواہ میں سے ماہوار کچھ حصہ وضع ہوتا ہے اور وہ گورنمنٹ کے پاس جمع رہتا ہے پھر اسپر کچھ بونس دیا جاتا ہے کیا وہ سود میں داخل ہے؟

**حضرت اقدس۔** بات اصل یہ ہے کہ سود کی تعریف یہ ہے کہ اپنے ذاتی فائدہ کے لیے روپیہ قرض دیا جاوے یہ تعریف جہاں صادق آتی ہے وہ سود ہے۔ لیکن جبکہ محکمہ ریلوے کے ملازم خود وہ روپیہ سود کے لالچ سے نہیں دیتے بلکہ جبراً وضع کیا جاتا ہے تو یہ سود کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ اور خود جو کچھ وہ روپیہ زائد دیدیتے ہیں وہ داخل سود نہیں ہے۔ غرض یہ خود دیکھ سکتے ہو کہ آیا یہ روپیہ سود لینے کے لیے تم خود دیتے ہو یا وہ خود وضع کرتے ہیں اور بلا طلب اپنے طور پر دیتے ہیں

**سوال۔** رشوت ستانی سے اگر کسی نے مال جمع کیا ہوا ہو اور پھر وہ اس سے توبہ کرے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔

**حضرت اقدس۔** ایسا مال جو رشوت ستانی سے لیا گیا ہے جب توبہ کرے تو اس مال کو ان لوگوں کو جن سے لیا ہے واپس کرے اور اگر پتہ نہ لگے تو پھر اسے صدقہ و خیرات کر دے

**سوال** رہن کے متعلق کیا حکم ہے۔

**حضرت اقدس۔** ہمارے نزدیک رہن جبکہ نفع و نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا منع نہیں ہے۔

**سوال۔** بعض لوگ جو عمارتوں کے بیمے کسی بیمہ کی کمپنی سے آتشزدگی وغیرہ کے متعلق کراتے ہیں اسکی بابت حضور کیا فرماتے ہیں

**حضرت اقدس** نے اس سوال کا جواب دیتے وقت ایک اصل بیان کردی کہ سود اور قمار سے الگ کر کے اقرارات کو شریعت نے صحیح سمجھا ہے۔ پس ان معاملات میں یہ پہلو کہ سود یا قمار کی کوئی جز تو نہیں اگر صرف اقرارات ہوں انکو شریعت نے جائز رکھا ہے۔ کہ جنمیں ذمہ داری ہوتی ہے۔

چونکہ اس قسم کے سوالوں کے متعلق ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اسلیے حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ لا تسئلوا عن اشیاء کہ یہی قرآن شریف میں آیا ہے بہت کھود کرید مناسب نہیں ہے ایک شخص دعوت کھانے جاوے اور پھر وہاں بھی تحقیق شروع کر دے کہ فلاں چیز کہاں سے آئی اسنے کہاں سے لی۔ ایسے استفسار منع ہیں۔

## ۲۰ مارچ کی سیر میں سے

سردار فضل حق صاحب نے عرض کیا میرے ایک دوست کشتی نوح کی تعلیم کو پڑھ کر یہ پوچھتے ہیں کہ اگر انسانی کمزوری کیوجہ سے کوئی شرط ٹوٹ جاوے تو کیا اسکو صرف توبہ کرنی کافی ہے یا تجدید بیعت

**فرمایا۔** توبہ کافی ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے اسنے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اگر بیعت کرے تو یہ بھی عبادت ہو۔ توبہ کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ندامت ہو اور پھر پکا عزم اس گناہ کے چھوڑ دینے کا ہو اسکے بعد اگر وہ توبہ پر قائم نہ رہ سکے تو بھی اللہ تعالیٰ اس ندامت اور عزم پر گناہ بخش دیتا ہے + اصل گناہ سے بچنے کے لیے انسان کو توبہ کرنی چاہیے۔ پوری حفاظت تب ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ کی توبہ اسکے ساتھ ہے۔

یہ بات حیران کرنے والی نہیں کہ خدا کی توبہ کیا ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ توبہ کا اصل مفہوم رجوع کرنا ہے۔ انسان کی توبہ یہ ہے کہ وہ گناہ سے نیکی کیطرف رجوع کرتا ہے اور خدا کی توبہ یہ ہے کہ وہ رحمت سے رجوع کرتا ہے جب خدا تعالیٰ رجوع برحمت فرماتا ہے اسکے بعد انسان گناہ پر قابو نہیں پاتا اور یہی وہ حالت ہوتی ہے جس کے لیے حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ ایک لمبے سلسلہ کے بعد خدا توبہ کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ افعل ما شئت

فانے غفرتُ لک یعنی تو اب جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تو بُرے کام بھی کر بلکہ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میں نے تیری سرشت ہی کو بدل دیا ہے اب تو بدی کرنے کی قوت ہی نہیں رکھتا۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک بد نظری کرنے والے کی آنکھیں نکال دیجاویں اور پھر اسکو کہا جاوے کہ تو اب جا بد نظری کر۔ خدا تعالےٰ اُسکے گناہ کی قوتوں کو ہی سلب کر دیتا ہے۔

بدر کی لڑائی میں جب صحابہ نے اپنے صدق اور وفا کو ظاہر کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا اعملوا ما شئتم یہ ایک مقام اور درجہ تقوی کا ہوتا ہے اسوقت وہ خدا تعالےٰ کی مرضی کے خلاف کرہی نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ مذنب تواب سے پیار کرتا ہے اسلیے وہ اسکی طرف رجوع کرتا اور اسکے اندر ایک ندامت کو پیدا کرتا ہے۔

گناہ ایک زہر ہے جیسے دوسری زہریں انسان کے جسم پر اثر کر کے اسکو تباہ کرتی ہیں گناہ روحانی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے لیکن جسطرح پر بعض زہریں تریاق کے ساتھ ملکر مفید بھی ہو جاتی ہیں گناہ کی زہر بھی توبہ کے تریاق کے ساتھ ملکر نفع دیجاتی ہے کیونکہ اس سے انکساری شرمساری اور تضرع پیدا ہوتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زلۃ القدم کی وجہ یہی تھی۔ اگر یہ حرکت اُن سے صادر نہ ہوتی تو وہ ربنا ظلمنا انفسنا نہ کہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔ پھر خدا جانے کس کس قسم کا تکبر انکو پیدا ہوتا۔

**سوال۔** آدم علیہ السلام جس جنت میں تھے وہ آسمان پر تھا یا زمین پر

**حضرت اقدس۔** وہ بہشت زمین پر تھا توریت سے بھی یہی ثابت ہے۔ آسمان پر ہی آدم کی کبھی بود و باش نہیں ہوئی وہاں تو مرنے کے بعد ہی جانا ہوتا ہے۔

**سوال۔** شجرہ کیا تھا۔

**حضرت اقدس** کوئی گیہوں کا درخت کہتا ہے کوئی انگور کا درخت کہتا ہے جو شراب کی طرف ایما ہے اور اسکی تائید انہ من عمل الشیطٰن سے بھی ہوتی ہے۔ غرض یہ تھی کہ اس سے متوالے نہ ہونا

**سوال۔** تنباکو کے متعلق۔

**حضرت اقدس۔** تنباکو ہم مسکرات میں

داخل نہیں کرتے لیکن یہ ایک لغو فعل ہے اور مومن کی شان ہے والذین ھم عن اللغو معرضون۔ اگر کسیکو کوئی طبیب بطور علاج بتلائے تو ہم منع نہیں کرتے ورنہ یہ لغو اور اسراف کا فعل ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوتا تو آپ اپنے اور صحابہ کے لیے کبھی پسند نہ فرماتے۔

## آریہ سماج قادیان کا سالانہ جلسہ اور ہم

آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ کی روئداد کے شائع کرنے میں غالباً اُمید سے زیادہ توقف ہو گیا ہے لیکن جن اصولوں اور پہلوؤں پر ہم اسکو ناظرین الحکم اور گورنمنٹ کی توجہ کے لیے پیش کرنا چاہتے ہیں وہ پہلو کسی دیر یا توقف کی وجہ سے کمزور نہیں ہو سکتے ہماری دیر اور توقف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ خود آریہ سماج اس جلسہ کے متعلق کیا شائع کرتی ہے تاہم اُن تحریروں کو بھی اپنی روئداد شائع کرتے وقت ملحوظ خاطر رکھیں۔

ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے اس جلسہ کی روئداد کے درج کرنے کی ناگوار ڈیوٹی ہمکو بہت سے ایسے فقرے اور جملے لکھنے پر مجبور کریگی جنکو بالطبع ہم سخت کراہت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر ہمیں آریہ سماج کی تہذیب اور اُنکی اخلاقی حالت کا اندازہ کرانے کے لیے غالباً ایسا کرنا پڑے۔ اگرچہ ہم کوشش کرینگے کہ بعض جگہ صرف اشارات سے ہی کام لیں۔ یا ان معاملات پر جو گورنمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں اتنا ہی کہکر آگے چلیں کہ منشی رنگی رام صاحب سارجنٹ متعینہ ڈیوٹی کی دی ہوئی انفرمیشن پر ہی توجہ کیجاوے کیونکہ الحکم کے پاکیزہ لٹریچر کو ہم ایسے لٹریچر سے جو آریہ سماج کی کھٹنی میں پڑا ہوا موجود ہوتا ہے الگ رکھنا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے کہ ہم اس روئداد کو غالباً ۱۰ اپریل سے پہلے شروع نہیں کر سکتے اور شروع کر کے بھی مسلسل جاری رکھنے کا وعدہ نہیں کرتے

ہاں کوشش کرینگے کہ ایسا التزام کیا جاوے کہ کم از کم ہر دوسرے نمبر میں اسپر لکھا جاوے جیسا کہ صحیفۃ الولا پر ریمارک کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ایسا کرنے کے وجوہات سے ہمارے ناظرین خود آگاہ ہیں اور ہماری معذوری کو واقف۔

## نصیحت بعد البیعت

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کو جمعہ کے دن چند آدمیوں نے بیعت کی اور بعد بیعت حضرت اقدس نے انکو خطاب کر کے فرمایا

اصل مدعا بیعت کا یہی ہے کہ توبہ کرو۔ استغفار کرو۔ نماز وں کو درست کر کے پڑھو۔ ناجائز کاموں سے بچو میں جماعت کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں مگر جماعت کو چاہیے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو پاک کرے۔ یاد رکھو غفلت کا گناہ پشیمانی کے گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے گناہ زہریلا اور قاتل ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والا تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا اُس نے گناہ کیا ہی نہیں جسکو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں وہ بہت خطرناک حالت میں ہے پس ضرورۃ ہے کہ غفلت کو چھوڑ دو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جو شخص توبہ کر کے اپنی حالت کو درست کرے گا وہ دوسروں کے مقابل میں بچایا جاوے گا۔ پس دعا اُسی کو فائدہ پہونچا سکتی ہے جو خود ہی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالےٰ کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے پیغمبر کسی کے لیے اگر شفاعت کرے لیکن وہ شخص جسکی شفاعت کی گئی ہے اپنی اصلاح نہ کرے اور غفلت کی زندگی سے نہ نکلے تو وہ شفاعت اسکو فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔

جب تک خود خدا تعالےٰ کی رحمت کے مقام پر کھڑا ہو تو دعا بھی اسکو فائدہ پہونچاتی ہے نرا اسباب پر بھروسہ نہ کرو کہ بیعت کر لی ہے اللہ تعالےٰ لفظی بیعتوں کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ جیسے بیعت کے وقت توبہ کرتے ہو اس توبہ پر قائم رہو اور ہر روز نئی توجہ پیدا کرو جو اس کے استحکام کا موجب ہو۔ اللہ تعالےٰ پناہ ڈھونڈنے والوں کو پناہ

دیتا ہے جو لوگ خدا کی طرف آتے ہیں وہ انکو ضائع نہیں کرتا۔

اجابت کو خوب سمجھو کہ جب پورا خوف دامنگیر ہوا۔ اور جان کندن کی سی حالت ہو گئی اُسوقت کی توبہ توبہ نہیں جب بلا نازل ہو گئی پھر اُسکا رد کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ مگر بلا کے نزول سے پہلے فکر کرو۔ جو بلا کے نزول سے پہلے ڈرتا ہے وہ تائب ہیں اور باریک بیں ہوتا ہے اور بلا کے آجانے کے وقت تو کافر بھی ڈرتے ہیں ہم نے سُنا ہے کہ بعض گاؤں میں جہاں طاعون کی شدت ہوئی ہے ہندو ولیسے مسلمانوں کو بلا کر اپنے گھروں میں اذانیں دلواتی ہیں وہی اذان جس سے پہلے انکو پرہیز تھا۔

جو مومن غرض کے لیے خدا سے نہیں ڈرتا خدا اس سے خوف کو دور کر دیتا ہے۔ مگر جس کے دروازہ پر بلا نازل ہو جاوے تو وہ خواہ نخواہ اُس سے ڈرے گا۔

بہت دعائیں کرتے رہو تاکہ ان بلاؤں سے نجات ہو اور خاتمہ بالخیر ہو۔ عملی نمونہ کے سوا بیہودہ قیل و قال فائدہ نہیں دیتی اور جیسے یہ ضروری ہے کہ ڈر کے سامانوں سے پہلے ڈرنا چاہیے یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ڈر کے سامان قریب ہوں تو ڈر جاؤ اور جب وہ دور چلے جاویں تو بے باک ہو جاؤ بلکہ تمہاری زندگی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھری ہوئی ہو خواہ مصیبت کے سامان ہوں یا نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ مقتدر ہے وہ جب چاہتا ہے مصیبت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جب چاہتا ہے کشائش کرتا ہے جو اسپر بھروسہ کرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ ڈرنے والا اور نہ ڈرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ ان دونوں میں ایک فرق رکھ دیتا ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ بھی توبہ کریں اور گناہ سے بچیں جو بیعت کرکے پھر گناہ سے نہیں بچتا وہ گویا جھوٹا اقرار کرتا ہے اور یہ میرا ہاتھ نہیں خدا کا ہاتھ ہے جس پر وہ ایسا جھوٹ بولتا ہے اور پھر خدا کے ہاتھ پر جھوٹ بول کر کہاں جا سکے؟ اور وہ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ مقت خدا کے غضب کو کہتے ہیں یعنی بڑا غضب اُس پر ہوتا ہے جو اقرار کرتے ہیں اور پھر کرتے نہیں ایسے آدمی پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اس لیے دعائیں کرتے رہو کوئی تائب

قدم نہیں رہ سکتا جبتک خدا نہ رکھے۔

## علامات المقربین

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے خاص نشانات اور علامات ہوتے ہیں جن سے وہ شناخت کیے جاتے ہیں۔ ہمیں سے ہم چند یہاں درج کرتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو جو خدا کے برگزیدہ بندوں کو شناخت کرنا چاہتے ہیں مفید ثابت ہوں

(۱) خدا تعالیٰ کے خالص دوستوں کی یہ علامت ہے کہ انکو ایک خالص محبت دی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔

۲۔ ان کے دلوں پر ایک خوف بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دقائق اطاعت کی رعایت رکھتے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ یار قدیم آزردہ ہو جاوے۔

۳۔ انکو خارق عادت استقامت دیجاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔

۴۔ جب کوئی انکو بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو ان کے لیے غضب اُس ذات قوی کا جو ان کا متولی ہوتا ہے یکدفعہ بھڑکتا ہے۔

۵۔ جب ان سے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اسپر ایک خاص رحمت نازل کرتا ہے۔

۶۔ انکی دعائیں بہ نسبت اوروں کے بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں یہانتک کہ وہ شمار نہیں کر سکتے کہ کسقدر قبول ہوئیں۔

۷۔ ان پر اکثر ایسے اسرار غیب ظاہر کیے جاتے ہیں اور وہ باتیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں اُن پر کھولی جاتی ہیں اگرچہ اور مومنوں کو بھی سچی خوابیں اور سچے مکاشفات معلوم ہو جاتے ہیں مگر یہ لوگ تمام دنیا سے نمبر اول پر ہوتے ہیں۔

۸۔ خدا تعالیٰ خاص طور پر ان کا متولی ہو جاتا ہے اور جس طرح اپنے بچوں کی کوئی پرورش کرتا ہے اُس سے بھی زیادہ نگاہ رحمت اُن پر رکھتا ہے۔

۹۔ جب اُن پر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اسوقت دو طوروں میں سے ایک طور کا اُن سے معاملہ کرتا ہے یا خارق عادت طور پر اس مصیبت سے رہائی دی جاتی ہے یا ایک ایسا صبر جمیل عطا کیا جاتا ہے جس میں لذت اور سرور اور ذوق ہو۔

۱۰۔ ان کی اخلاقی حالت ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی کی جاتی ہے جو تکبر اور نخوت اور کمینگی اور خود پسندی اور ریاکاری اور حسد اور بخل اور تنگ دلی سب دور کی جاتی ہے اور انشراح صدر اور بشاشت عطا کی جاتی ہے۔

۱۱۔ ان کا توکل اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور اسکے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں

۱۲۔ ان کو اعمال صالحہ کے بجالانے کی قوت دی جاتی ہے جو دوسرے اس میں کمزور ہوتے ہیں

۱۳۔ ان میں ہمدردی خلق اللہ کا مادہ بہت بڑھایا جاتا ہے اور بغیر توقع کسی اجر اور بغیر خیال کسی ثواب کے انتہائی درجہ کا جوش ان میں خلق اللہ کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے اور خود بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس قدر جوش کس غرض سے ہے کیونکہ یہ امر فطرتی ہوتا ہے

۱۴۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان لوگوں کا نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے۔ اور ایک عجیب مستی جانفشانی کی ان کے اندر ہوتی ہے۔ اور انکی روح کو خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ وفاداری کا ایک ایسا تعلق ہوتا ہے جسکو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے حضرت احدیت میں انکا یہ مرتبہ ہوتا ہے جسکو خلقت نہیں پہچانتی۔ وہ چیز جو خاص طور پر ان میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جسکی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور مرے تک پہونچکر پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ذلتیں اٹھا کر پھر تاج عزت دکھا دیتے ہیں اور اکیلے اور تنہا ہو کر پھر ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں وہ یہی راز وفاداری ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں قطع کر سکتی ہیں اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اُسکو ڈھیلا کر سکتا ہے السلام علیہم من اللہ و ملائکتہ و من الصلحاء اجمعین۔

۱۵- پندرھویں علامت اُن کی علم قرآن کریم ہے قرآن کریم کے حقائق و لطائف اور معارف جس قدر ان لوگوں کو دیے جاتے ہیں دوسرے لوگوں کو ہرگز نہیں دیے جاتے۔ یہ لوگ وہی مطہرون ہیں جن کے حق میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے لا یمسہ الا المطھرون

۱۶- ان کی تقریر و تحریر میں اللہ جل شانہٗ ایک تاثیر رکھ دیتا ہے جو علماء ظاہری کی تحریروں و تقریروں سے نرالی ہوتی ہے اور اس میں ایک ہیبت اور عظمت پائی جاتی ہے اور بشرطیکہ حجاب نہ ہو دلوں کو پکڑ لیتی ہے۔

۱۷- ان میں ایک ہیبت بھی ہوتی ہے یہ خدا تعالیٰ کی ہیبت سے رنگین ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ خاص طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے چہروں پر عشق الٰہی کا ایک نور ہوتا ہے جو شخص اسکو دیکھے اُس پر نار جہنم حرام ہو جاتی ہے ان سے ذنب اور خطا بھی سرزد ہو سکتا ہے مگر ان کے دلوں میں ایک آگ ہوتی ہے جو ذنب خطا کو بھسم کر دیتی ہے اور ان کی خطا ٹھیرنے والی چیز نہیں بلکہ اُس چیز کی مانند ہے جو ایک تیز چلنے والے پانی میں بہتی ہوئی چلی جاتی ہے سو ان کا نکتہ چیں جلد ٹھوکر کھاتا ہے۔

۱۸- خدا تعالیٰ انکو ضائع نہیں کرتا۔ اور ذلت اور خواری کی مار انپر مارتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے عزیز اور اسکے ہاتھ کے پودے ہیں انکو اسلیے بلندی سے نہیں گراتا کہ تا ہلاک کرے بلکہ اسلیے گراتا ہے کہ تا انکا خارق عادت طور پر بچ جانا دکھاوے انکو اس لیے آگ میں نہیں گراتا کہ انکو جلا کر خاکستر کرے۔ بلکہ اس لیے دھکا دیتا ہے کہ تا آگ دیکھ لیویں کہ پہلے یہ تھی مگر اب کیسا خوش نما گلزار ہے۔

۱۹- انکو موت نہیں دیتا جبتک وہ کام پورا نہ ہو جاوے جس کے لیے وہ بھیجے گئے ہیں اور جب تک پاک دلوں میں انکی قبولیت نہ پھیل جاوے تب تک البتہ سفر آخرت انکو پیش نہیں آتا۔

۲۰- ان کے آثار خیر باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک انکی اولاد اور ان کے دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظر رحمت رکھتا ہے اور انکا نام دنیا سے نہیں مٹاتا۔

یہ آثار اولیاء الرحمٰن کے ہیں اور ہر ایک قسم ان میں سے اپنے وقت پر جب ظاہر ہوتی ہے تو بھاری کرامت کی طرح جلوہ دکھاتی ہے۔ مگر اس کا ظاہر کرنا خدا تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہوتا ہے۔

## ایک جامع درس

نو مارچ ۱۹۰۳ء کے دربار شام میں حضرۃ حجۃ اللہ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جامع تقریر فرمائی ہمکو افسوس ہے کہ اُس روز ہم ایک مصروفیت کی وجہ سے موجود نہ تھے اس لیے اس تقریر کو خود قلم بند نہیں کر سکے تاہم ہمارے ایک عزیز نے اس کے کچھ نوٹ لیے تھے جنکو درست کرکے ناظرین کے فائدہ کے لیے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ پر عمل کرنے کے لیے اسے ہی پیش کر دیتے ہیں۔ ایڈیٹر

چند احباب بتقریب نماز عید اضحیٰ دارالامان میں تشریف لائے اور انھوں نے بیعت کی۔ حضرت اقدس امام پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر یہ تقریر فرمائی

**فرمایا** دیکھو جس قدر آپ لوگوں نے اس وقت بیعت کی ہے اور جو پہلے کر چکے ہیں انکو چند کلمات بطور نصیحت کے کہتا ہوں چاہیے کہ اسے پوری توجہ سے سنیں۔ آپ لوگوں کی یہ بیعت بیعت توبہ ہے۔ توبہ دو طرح سے ہوتی ہے ایک تو گذشتہ گناہوں سے یعنی انکی اصلاح کرنے کے واسطے جو کچھ پہلے غلطیاں کر چکا ہے انکی تلافی کرے اور حتی الوسع اُن بگاڑوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور آئندہ کے گناہوں سے باز رہنا اور اپنے آپ کو اس آگ سے بچائے رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ سے تمام گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ توبہ صدق دل اور خلوص نیت سے ہو اور کوئی پوشیدہ دغابازی دل کے کسی کونہ میں پوشیدہ نہ ہو۔ وہ دلوں کے پوشیدہ اور مخفی رازوں کو جانتا ہے وہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ پس چاہیے کہ اسکو دھوکا دینے کی کوشش نہ کی جاوے اور صدق سے نہ نفاق سے اُسکے حضور توبہ کی جاوے۔ توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بیفائدہ چیز نہیں ہے۔ اور اسکا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیا و دین دونوں سنور جاتے ہیں۔ اور اُسکو اس جہان میں اور آنے والے جہان میں دونوں میں آرام اور بیجی خوشحالی نصیب ہوتی ہے دیکھو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی آرام و آسایش کے سامان عطا فرما۔ اور آنے والے جہان میں بھی آرام اور راحت عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دیکھو درحقیقت ربنا کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ ربنا کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اور ربوں کو جو اس نے پہلے بنائے ہوئے تھے اُن سے بیزار ہو کر اس رب کی طرف آیا ہے۔ اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا۔ رب کہتے ہیں بتدریج کمال کو پہنچانے والے اور پرورش کرنے والے کو۔ اصل میں انسان نے اپنے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغابازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اسکے رب ہیں۔ اگر اسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اُسکے رب ہیں۔ اگر اسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اسکا رب ہے۔ غرض اسطرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک ان سبکو ترک کرکے اُن سے بیزار ہو کے اس واحد لا شریک سچے اور حقیقی رب کے آگے سر نیاز نہ جھکائے اور ربنا کی پر درد اور دلکو پگھلانے والی آوازوں سے اُسکے آستانہ پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی رب کو نہیں سمجھا۔ پس جب ایسی دلسوزی اور جان گدازی سے اُسکے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کرکے توبہ کرتا اور اسے مخاطب کرتا ہے کہ ربنا یعنی اصلی اور حقیقی رب تو تو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے اب میں نے ان جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں تیرے آستانہ پر آتا ہوں۔ غرض بجز اس کے خدا کو اپنا رب بنانا مشکل ہے جب تک انسان کے دل سے دوسرے رب